الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :۔ نصیر احمد قمر

جلد21 | جمعۃ المبارک 21؍فروری 2014ء — 21؍ربیع الثانی 1435 ہجری قمری ❁ 21؍تبلیغ 1393 ہجری شمسی | شمارہ 08

مومنوں کا باہمی تعلق

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے بطور آئینہ کے ہے۔ اور ہر مومن دوسرے کا بھائی ہے وہ اس کے اموال اور جائداد کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے اور پشت کی طرف سے بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی النصیحۃ حدیث نمبر 4272)

مسجد اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے، ایک ایسی جگہ ہے جہاں آپ کو اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا بھی اور دوسرے تربیتی پروگرام کرنے کا بھی موقع ملتا ہے۔ یہ مسجد جس کا نام ’’مسجد نور‘‘ رکھا گیا ہے، اس بارے میں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی جو ذات ہے وہ نور ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔ نور کا مطلب ہے روشنی۔ اس لئے جو بھی آپ نے روشنی مانگنی ہے خدا تعالیٰ سے مانگیں۔ اُس کے آگے جھکیں۔ اپنے دلوں کو روشن کریں، اپنے ماحول کو روشن کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ روشنی تھی جس نے اُن اندھیروں کو روشن کیا جو اُس وقت عرب میں پھیلے ہوئے تھے اور پھر وہاں سے وہ روشنی نکل کر ساری دنیا میں پھیلی۔

ہمارے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ایک محبت ہے اور اس لئے محبت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہم میں اُس نور کا ادراک پیدا کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا اور یہی پیغام ہے جو آپ لوگوں نے، اس علاقے کے لوگوں نے، یہاں رہنے والوں نے اس علاقے میں پھیلانا ہے۔ اور اس کے پھیلانے کے لئے اپنے آپ کو پہلے اللہ تعالیٰ کا صحیح عبد بنانا ہے، اُس کا عبادت گزار بنانا ہے۔

مسجد نور Crawley کی افتتاحی تقریب کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب فرمودہ 18 جنوری 2014ء بروز ہفتہ بمقام مسجد نور، Crawley، (انگلستان)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

الحمد للہ آج کرالی (Crawley) جماعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسجد عطا فرمائی۔ مجھے یوکے کی مختلف جماعتیں اکثر لکھتی رہتی ہیں کہ ہماری جماعتوں میں مسجد نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی تربیت پہ بڑا اثر پڑتا ہے۔ ہمارے اکٹھے ہونے کی جگہ نہیں ہے۔ دعا کے لئے کہتے ہیں، کوشش بھی کرتے ہیں۔ تو بہرحال مسجد اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے، ایک ایسی جگہ ہے جہاں آپ کو اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا بھی اور دوسرے تربیتی پروگرام کرنے کا بھی موقع ملتا ہے۔ یہ مسجد جس کا نام ’’مسجد نور‘‘ رکھا گیا ہے، اس بارے میں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی جو ذات ہے وہ نور ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔ نور کا مطلب ہے روشنی۔ اس لئے جو بھی آپ نے روشنی مانگنی ہے خدا تعالیٰ سے مانگیں۔ اُس کے آگے جھکیں۔ اپنے دلوں کو روشن کریں، اپنے ماحول کو روشن کریں اور یہاں کے بعض مسلمانوں کے ذہنوں پر جو اثر ہے کہ احمدی نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے اور اس وجہ سے زیادہ مخالفت ہے، ان کے شکوک کو دور کریں۔ اُن کو بتائیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے نور کو سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اترا ہوا دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ:

’’نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے‘‘۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 144)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ روشنی تھی جس نے اُن اندھیروں کو روشن کیا جو اُس وقت عرب میں پھیلے ہوئے تھے اور پھر وہاں سے وہ روشنی نکل کر ساری دنیا میں پھیلی۔ گزشتہ جمعہ میں میں نے مثالیں دی تھیں کہ اُن لوگوں کا کیا حال تھا، کس قسم کے لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، مسلمان ہوئے، آپ کی امت میں شامل ہوئے اور پھر کیا انقلاب انہوں نے پیدا کیا۔ جو ظالم اور فاسق اور فاجر تھے وہ ایسے نیک ہوئے کہ اُن کی راتیں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدوں میں گزرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں وہ ایسے مقام پر پہنچے کہ جہاں اُن کو اُن کی دعاؤں کے جواب ملتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور اُن کو ’’رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ‘‘ (التوبۃ: 100) کا خطاب ملا۔

پس ہمارے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ایک محبت ہے اور اس لئے محبت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہم میں اُس نور کا ادراک پیدا کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا اور یہی پیغام ہے جو آپ لوگوں نے، اس علاقے کے لوگوں نے، یہاں رہنے والوں نے اس علاقے میں پھیلانا ہے۔ اور اس کے پھیلانے کے لئے اپنے آپ کو پہلے اللہ تعالیٰ کا صحیح عبد بنانا ہے، اُس کا عبادت گزار بنانا ہے۔ آپ عبادت میں بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہوگی۔

پس اس مسجد کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے آباد کریں، عبادت کا ذریعہ بنائیں اور اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے اس حد تک بڑھائیں کہ خدا تعالیٰ آپ پر رحمتوں اور فضلوں کی اور بارش فرماتا چلا جائے۔

اُن سب احباب کو بھی اللہ تعالیٰ جزا دے جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں اپنی اپنی بساط کے مطابق حصہ لیا۔ کسی نے کم، کسی نے زیادہ لیکن بہرحال ایک نیک مقصد کے لئے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو جزا دے اور آپ کو اس مسجد کے جو مقاصد ہیں، وہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مسجد سے جو فضل اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے رکھے ہیں، اُن سب فضلوں کا آپ کو مورد بنائے۔ اب دعا کرلیں۔ (دعا)

خطبات نکاح فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جب بھی ہم نئے رشتے جوڑتے ہیں تو لڑکے اور لڑکی کو ہمیشہ یہ سوچ کے رشتہ کرنا چاہئے کہ جہاں انہوں نے آپس میں محبت اور پیار سے رہنا ہے، وہاں دونوں خاندانوں کو بھی محبت اور پیار سے رکھنے کی حتی المقدور کوشش کرنی ہے۔

واقفین زندگی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میری ذمہ داریاں دوسروں سے بہت بڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو اس نے نہ صرف اپنے گھر میں قائم کرنا ہے بلکہ اپنے ماحول میں بھی قائم کرنا ہے اور جس جگہ رہتا ہے وہاں بھی قائم کرنا ہے۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے **25 فروری 2012ء** بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت میں ایک نکاح کا اعلان کروں گا جو عزیزہ اقراء درثمین بنت مکرم میاں محمد اسلم صاحب مرحوم کا عزیزم آفتاب احمد ابن مکرم شیخ ابرار احمد صاحب کے ساتھ دس ہزار پاؤنڈ حق مہر پر ہو رہا ہے۔ دولہن کے بھائی مکرم محمد عاصم محمود صاحب اس کے ولی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: نکاح، شادی جیسا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں ایک ایسا بندھن ہے جو صرف لڑکے لڑکی کے درمیان نہیں بلکہ دو خاندانوں کے درمیان ہے۔ اور لڑکا اور لڑکی دونوں کا یہ فرض ہے کہ ایک دوسرے کے قریبی عزیزوں کا، رشتہ داروں کا بھی لحاظ رکھیں۔ ان سے اچھے تعلقات رکھیں۔ ان سے احسن طور پر کلام کریں۔ کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ کیونکہ یہ چیزیں پھر رشتوں میں بہتری پیدا کرتی ہیں۔ ایک دوسرے سے یا ایک دوسرے کے عزیزوں سے کسی بھی قسم کے تعلقات میں اگر دراڑیں آ جائیں، فرق پڑ جائیں، ناراضگیاں ہو جائیں تو پھر لڑکے لڑکی کے آپس کے تعلقات میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ اور یہ فرق، یہ رنجش جو پیدا ہو جاتی ہے پھر آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جاتی ہے جس سے پھر بعض اوقات رشتے ٹوٹنے تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ پس جب بھی ہم نئے رشتے جوڑتے ہیں تو لڑکے اور لڑکی کو ہمیشہ یہ سوچ کے رشتہ کرنا چاہئے کہ جہاں انہوں نے آپس میں محبت اور پیار سے رہنا ہے، وہاں دونوں خاندانوں کو بھی محبت اور پیار سے رکھنے کی حتی المقدور کوشش کرنی ہے۔ اللہ کرے ہمارا قائم ہونے والا ہر رشتہ اس بات کو اپنے پیش نظر رکھنے والا ہو۔ ان الفاظ کے ساتھ اب میں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا۔ رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارک باد دی۔

❀❀❀❀

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے **05 مارچ 2012ء** بروز سوموار مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت مَیں ایک نکاح کا اعلان کروں گا جو عزیزہ طلعت جبین انور بنت مکرم عبد المالک خان انور صاحب کا عزیزم انمول نوید ابن مکرم محمد جاوید چیمہ صاحب کے ساتھ پچیس ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اللہ کرے یہ نکاح، یہ بندھن ہر لحاظ سے بابرکت ہو اور دونوں لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھتے ہوئے اس کو نبھانے والے ہوں۔ اسی طرح ایک دوسرے کے خاندانوں کا، ایک دوسرے کے عزیزوں کا، قرابت داروں کا، رحمی رشتوں کا خیال رکھنے والے ہوں۔ لڑکی بھی اپنے خاوند کے رشتوں کا خیال رکھنے والی ہو اور خاوند اپنی بیوی کے رشتوں کا خیال رکھنے والا ہو۔ اور یہی چیز ہے جس سے پھر ایک معاشرہ میں محبت اور پیار کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اور یہی چیز ہے جس کا احمدیوں کو خاص طور پر بہت زیادہ اظہار کرنا چاہئے اور اسے اپنے اوپر لاگو کرنا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر یہ ایک انقلاب ہے جو ہمارے اندر آنا چاہئے کہ ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھیں، رشتے نبھائیں، رشتوں کی باریکیوں کو دیکھیں اور حتی الوسع کوشش کریں کہ کسی طرح بھی، کسی بھی صورت میں کسی کو ایک دوسرے سے کسی بھی قسم کی جذباتی ٹھیس نہ پہنچے۔

اللہ کرے کہ یہ دونوں لڑکا اور لڑکی اور ان کے خاندان بھی اس نہج پر اپنے رشتوں کو نبھانے والے ہوں۔ ان چند الفاظ کے بعد اب مَیں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا، رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارک باد دی۔

❀❀❀❀

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے **10 مارچ 2012ء** بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت میں دو نکاحوں کا اعلان کروں گا۔ پہلا نکاح عزیزہ فریحہ خان بنت مکرم صالح محمد خان صاحب بیلجیم کا عزیزم منیب احمد میر ابن مکرم میر عبد الرشید تبسم صاحب لندن کے ساتھ دس ہزار پاؤنڈ حق مہر پر اور دوسرا نکاح عزیزہ ثمرین احمد بنت مکرم اعجاز احمد صاحب لیسٹر کا عزیزم ہمایوں حنیف اپل جو واقف نو، واقف زندگی اور جامعہ کے طالب علم ہیں کے ساتھ چار ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: نکاح شادی ایک ایسا بندھن ہے جو معاشرے کا ایک اہم جزو ہے۔ انسانی زندگی کو آگے بڑھانے کا ایک اہم حصہ ہے اس کے بغیر انسانی زندگی کی جائز پیدائش نہیں ہو سکتی۔ وہ پیدائش جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پس یہ رشتے جو جوڑے جاتے ہیں یہ صرف دو بندھن نہیں، لڑکے اور لڑکی کا آپس میں ایک تعلق ہونا اور اختلاط ہونا نہیں بلکہ اس سوچ کے ساتھ ہونے چاہئیں کہ آئندہ نسل اس سے چلنی ہے اور ایک احمدی مسلمان کو لڑکے کو بھی اور لڑکی کو بھی اس سوچ کے ساتھ نکاح کے وقت، شادی کے وقت، اس رشتہ کے بندھن کے وقت اپنے ذہن کو تیار کرنا چاہئے کہ آئندہ جو نسلیں بھی، انشاء اللہ تعالیٰ، ہماری پیدا ہوں گی وہ ایسی ہوں جو اسلام پہ چلنے والی ہوں، اسلام کے حکم پر چلنے والی ہوں، خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی ہوں اور اسی طرح حقوق اللہ اور اس کے ساتھ حقوق العباد ادا کرنے والی ہوں۔ جب یہ سوچ ہو گی تو خود لڑکا اور لڑکی بھی اپنی زندگیوں کو اس نہج پر چلانے کی کوشش کریں گے، اس طریقہ پر چلانے کی کوشش کریں گے، اس طرح گزارنے کی کوشش کریں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم عطا فرمایا ہے۔ اور اس زمانہ میں ایک احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والا ہے وہ تو ایک عہد کرتا ہے کہ میں اپنی تمام زندگی اس طرح گزاروں گا جس طرح خدا تعالیٰ نے حکم عطا فرمایا ہے۔ وہ زندگی گزاروں گا جو قرآن اور سنت کے مطابق ہو گی اور یہ عہد، عہد بیعت میں بھی ہم کرتے ہیں اور ہر تنظیم یہ عہد اپنے عہدوں میں بھی کرتی ہے۔ پس یہ سوچ ہر احمدی کی اور خاص طور پر وہ لوگ جن کے پرانے خاندان ہیں، جو واقفین زندگی کے بچے ہیں یا خود واقف زندگی ہیں یا ان خاندانوں میں سے ہیں جن کے بڑوں نے احمدیت کی خاطر بڑی قربانیاں دیں ہیں، ان کی ہونی چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: پہلا اعلان جو میں نے کیا ہے (عزیزہ فریحہ خان صالح محمد خان صاحب کی بیٹی ہیں) یہ بھی دین سے تعلق رکھنے والا ایک خاندان ہے۔ انہوں نے ساری عمر ربوہ میں گزاری۔ بچی کے دادا بھی بڑے نیک مخلص انسان تھے۔ اسی طرح عزیزم منیب احمد مکرم میر عبد الرشید تبسم صاحب کے بیٹے ہیں جو واقف زندگی تھے۔ مبلغ سلسلہ رہے ہیں۔ جب میں گھانا میں تھا تو میرے ساتھ وہاں بڑا لمبا عرصہ رہے، اس وقت ہم نے اکٹھے وقت گزارا ہے۔ پھر یہاں ہالینڈ میں بھی رہے ہیں، پھر پاکستان میں مختلف جگہوں پر رہے۔ ان کی وفات ہو چکی ہے۔ عزیز کے اَور رشتہ دار بھی واقف زندگی ہیں اور اس کا ننھیال بھی اس خاندان میں سے ہے جہاں کی بچی ہے یعنی فتح محمد خان صاحب جو بچی کے دادا ہیں وہ اس لڑکے کے نانا ہیں۔ تو اس لحاظ سے یہ جماعت کے ساتھ ایک پرانا تعلق والا خاندان ہے۔ پس اس چیز کو بھی ہمیشہ ان کو اپنے سامنے اور مدّ نظر رکھنا چاہئے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کی نیکیوں کو جاری رکھنا ہے اور نہ صرف جاری رکھنا ہے بلکہ ان میں بڑھنے کی کوشش کرنی ہے تاکہ آئندہ نسلیں بھی نیک اور صالح پیدا ہوں اور اس مقصد کو پورا کرنے والی ہوں جس کی خاطر ہمارے بڑوں نے قربانیاں دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آئے اور اپنی زندگیاں گزاریں۔

حضور انور نے فرمایا: دوسرا نکاح عزیزم ہمایوں اپل کا ہے جیسا کہ میں نے کہا یہ واقف زندگی ہے۔ جامعہ میں طالبعلم ہے۔ اور یہ اور بچی عزیزہ ثمرین یہ دونوں آپس میں رشتہ دار بھی ہیں جس طرح پہلے بچہ اور بچی دونوں آپس میں رشتہ دار تھے اسی طرح یہ دونوں لڑکا اور لڑکی نسیم باجوہ صاحب کے بھانجے اور بھانجی ہیں۔ ان کے خاندان میں بھی احمدیت بہت پرانی ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے لڑکا بھی اور لڑکی بھی دونوں حضرت چوہدری حاکم علی صاحب چک 9 پنیار کے پڑنواسے اور پڑنواسی ہیں۔ اور چوہدری حاکم علی صاحب وہ تھے کہ جب ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان میں بعض ایسی مشکلات پیش آئیں کہ خیال تھا کہ شاید یہاں سے ہجرت کرنی پڑے تو اس وقت چوہدری حاکم علی صاحب نے اس بات کا اظہار فرمایا تھا کہ ہم آپ کا انتظام چک 9 پنیار میں کر دیں گے، وہاں ہجرت فرمائیں۔ لیکن پھر حالات ٹھیک ہو گئے اور ضرورت پیش نہیں آئی لیکن بہرحال ان میں ایک جذبہ اور قربانی تھی اور یہ کوئی معمولی کام نہیں، صرف یہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہم نے جگہ مہیا کر دینی ہے کہ ہجرت کر لیں۔ بلکہ ان کو پتہ تھا کہ ایک امام الزمان کو جب اپنے علاقہ میں لے کر جائیں گے، جب ان کی ہجرت ہو گی تو وہاں ان کی حفاظت کا بھی انتظام کرنا ہو گا اور ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو نبھانی ہو گی۔ لیکن یہ اخلاص و وفا میں ڈوبے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں اور میرا خاندان اس ذمہ داری کو نبھائیں گے۔ پس اس لحاظ سے یہ دونوں بچہ اور بچی بھی ننھیال کی طرف سے بھی اور غالباً ددھیال کی طرف سے بھی ایک پرانے احمدی خاندان سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ جو عہد ہمارے بڑوں نے کیا تھا ہم نے اس کو نبھانا ہے اور نبھاتے چلے جانا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بچہ جو اللہ کے فضل سے جامعہ میں ہے، واقف زندگی ہے اور انشاء اللہ ایک دو سال میں مبلغ بن کر نکلے گا، اپنے وقف کو بھی نبھانے والا ہو۔ اور واقفین زندگی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میری ذمہ داریاں دوسروں سے بہت بڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو اس نے نہ صرف اپنے گھر میں قائم کرنا ہے بلکہ اپنے ماحول میں بھی قائم کرنا ہے اور جس جگہ رہتا ہے وہاں بھی قائم کرنا ہے۔ ہر ایک کی نظر واقف زندگی پر ہوتی ہے۔ اچھا واقف زندگی علاقہ میں، اپنے معاشرے میں نیک تربیت کا باعث بنتا ہے۔ بغیر کچھ کہے اس کا عمل دوسروں کو متاثر کر رہا ہوتا

باقی صفحہ نمبر 20 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 286

مکرم علی اشکور صاحب (2)

قسطِ گزشتہ میں ہم نے مکرم علی اشکور صاحب کے جماعت احمدیہ سے تعارف کے قبل کے بعض حالات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس قسط میں ان کے احمدیت کی طرف سفر کے باقی واقعات پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

جماعت سے تعارف کا عجیب واقعہ

مکرم علی اشکور صاحب کا جماعت سے تعارف ان کے برادرِنسبتی کے ذریعہ ہوا۔اور ان کے برادرِ نسبتی کے احمدیت سے تعارف کا واقعہ نہایت عجیب وغریب ہے جو ان کے برادرِنسبتی کی زبانی ہی ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

اگست 1994ء کے گرم موسم میں میرے بعض دُور کے رشتہ دار میاں بیوی میرے شہر میں رہنے والے اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے آئے تو میں نے قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں دعوت پر بلالیا۔میاں بڑی عمر کے، متدین اور اپنے علاقے میں امام مسجد تھے، اوراسی وجہ سے کسی قدر تکبّر کا بھی شکار تھے جبکہ ان کی بیوی ان کے بالکل برعکس تقویٰ، خاکساری کی تصویراور پاک دل معلوم ہوتی تھی۔

1994ء میں آج کل کی طرح ٹی وی چینلز کی بھرمار نہ تھی اس لئے میں نے اپنے مہمانوں کے مناسبِ حال چینل اور پروگرام کے انتخاب کی کوشش میں ڈش کے ذریعہ آنے والے چینلز کو ایک نظر دیکھا۔ان چینلز میں یکدم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی تصویر گزری تو امام مسجد کی بیوی نے بے ساختہ کہا: بیٹا پچھلا چینل دوبارہ لگانا کیونکہ اس پرنظر آنے والا فرشتہ صورت شخص کوئی غیر معمولی وجود لگتا ہےاور میرا خیال ہے کہ وہ کوئی صالح اور خدا کے پیاروں میں سے ہے۔

میں نے اس کے اصرار پر دوبارہ وہی چینل لگا دیا جس پر اس وقت پروگرام لقاء مع العرب لگا ہوا تھااور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ انگلش میں بات کررہے تھے۔حضورِانور کو دیکھ کر وہ عورت بہت متأثر ہوئی۔

میں اس وقت نہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو جانتا تھا، نہ پروگرام لقاء مع العرب اور جماعت کے بارہ میں کچھ سنا تھا، نہ ہی مجھے انگریزی آتی تھی اس لئے کچھ پتہ نہ چل سکا کہ حضور انور کس موضوع کے بارہ میں گفتگو فرما رہے تھے۔

بیوی کے تبصرہ اور پسندیدگی سے زچ ہو کر امام مسجد نے باصرار کہا کہ اس چینل کو تبدیل کر کے کوئی اَور لگاؤ یا پھر شیخ زندانی کے کسی پروگرام کی کیسٹ لگا دو۔امام صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ میں اپنے قلبی احساس کی بنا پر کہتی ہوں کہ یہ سفید عمامہ والا شخص ضرور کوئی ولی اللہ ہے، یہ کوئی عام انسان نہیں ہے بلکہ اس میں کوئی نہ کوئی غیر معمولی بات ضرور ہے۔

امام صاحب کے اصرار اور مسلسل انکار کی وجہ سے میں نے ان کے پسندیدہ شیخ زندانی کی ایک وڈیو وی سی آر میں ڈالی جس کا عنوان تھا **الجهاد فى أفغانستان**۔لیکن کیسٹ ڈالتے ہی ایک ہلکا سا دھماکا ہوااوراچانک وی سی آر خراب ہوگیا نیز اس کے اندر سے جلنے کی بوآنے لگی۔امام صاحب بہت غصے میں آگئے اور اسی کیسٹ کو دیکھنے پر اصرار کیا۔میں فوراً اپنے ایک دوست کے گھر گیا اوراس سے وی سی آر مستعار لے آیا جو نسبتًا نیا تھا۔میں نے اسے ٹی وی کے ساتھ منسلک کر کے مذکورہ ویڈیو اس کے اندر ڈالی تو پھر ویسا ہی دھماکا ہوااور یہ وی سی آر بھی جل گیا۔میں الیکٹرونک اشیاء کے استعمال اوران کی اونچ نیچ کے بارہ میں بہت کچھ جانتا تھا اور میرے علم کے مطابق دونوں وی سی آر ٹھیک تھے اوران میں کوئی خرابی نہ تھی، پھر بھی نہ جانے کیوں دوبار مسلسل یہ واقعہ رونما ہوا۔

یہ صورتحال دیکھ کر امام صاحب کی اہلیہ کا حوصلہ بڑھا اوراس نے کہا کہ میں نے تو آپ سے کہا تھا کہ سفید عمامے والا شخص کوئی معمولی آدمی نہیں دکھائی دیتا ہے کیونکہ مجھے تو اس کے چہرے سے نور پھوٹتا نظر آتا ہے لیکن آپ نے میری بات نہیں مانی اوراللہ تعالیٰ نے آپ کو اس انکار کی سزا دی ہے۔اب تمہارے وی سی آر تو خراب ہو چکے ہیں لہٰذا اب تو وہی چینل لگادو۔میں نے کہا کہ وہ شخص انگریزی میں بات کررہا ہے اور ہمیں اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی، نیز اپنی ظاہری ہیئت سے وہ کوئی انڈین لگتا ہے۔اس کے باوجود وہ عورت اسی چینل کے لگانے پر بضد رہی۔

میں نے دوبارہ ایم ٹی اے تلاش کیا، اس وقت تک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے انگریزی میں گفتگو فرمالی تھی اوراب اس کا عربی ترجمہ جاری تھا۔اثناء ترجمہ جب میں الإمام المهدى والمسيح الموعود، امير المؤمنين، الخليفة الرابع اورالجماعة الإسلامية الأحمدية جیسے کلمات سنتا تو میرے تن بدن میں ایک بجلی سی کوند جاتی۔اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو دیکھ کر میں نے امام صاحب کی اہلیہ سے کہا کہ آپ کی بات درست ہے اس شخص میں کوئی خاص بات ہے۔

پروگرام کا عربی ترجمہ سننے کے بعد ہی ہمیں پتہ چلا کہ امام الزمان آچکا ہے اورہم اس سے غافل وبے خبر ہیں۔یہ پروگرام دیکھ اورسن کر مجھے اپنے مرحوم والد کی بات یادآ گئی جو اپنی بستی اورقبیلہ میں نہایت محترم تھے۔وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ امام الزمان مشرق سے طلوع شمس کی مانند مبعوث ہوگا، یعنی وہ عربوں میں سے نہیں آئے گا۔اور کہا کرتے تھے کہ میں نے بعض بزرگ صوفیوں سے یہ بات سنی ہے جن کی مجالس میں وہ اکثر جایا کرتے تھے۔اور والد صاحب کے بقول یہ رائے شیخ محیی الدین ابن عربی کی ہے۔اسی طرح والد صاحب یہ بھی کہا کرتے تھے کہ شاید یہ زمانہ جس میں ہم ہیں امام الزمان کا ہی زمانہ ہے اور شاید ہمیں اس کی بیعت کا موقع مل جائے۔

میں والد صاحب کی اس بات کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا، لیکن اب ایم ٹی اے سے اس بارہ میں سن کر میری توجہ اس طرف مبذول ہوئی اور میرے اندر جماعت احمدیہ کے بارہ میں مزید تحقیق کرنے کے لئے ایک جوش پیدا ہوگیا۔اس دن سے آج تک میں تقریبًا روزانہ ایم ٹی اے دیکھتا ہوں۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد ایک روز میں نے ایم ٹی اے پر لندن میں منعقد ہونے والا جماعت کا جلسہ سالانہ دیکھا۔اس جلسہ اوراس کے روح پرور مناظر کو دیکھ کر اوراس کی ایمان افروز باتوں کو سن کر میں نے اپنے طور پر خود کو اس جماعت میں شامل کرلیا۔فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

صداقتِ احمدیت کے بارہ میں تحقیق

یہ واقعہ علی اشکور صاحب کے برادرنسبتی کا تھا۔اس کے بعد اب ہم علی اشکور صاحب کی طرف لوٹتے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ میرے مذکورہ برادرِنسبتی نے یہ واقعہ کئی بار مجھے سنایا اور مجھے بھی اپنے ساتھ ایم ٹی اے دیکھنے کی چاٹ لگادی۔میں اکثر پروگرام ’’لقاء مع العرب‘‘ اورحضور انور کی فرنچ مہمانوں سے ملاقات والے پروگرام خاص طور پر دیکھتااورحضور انور کے بیان فرمودہ پُر تاثیر تفسیری نکات سے روحانی حظّ اٹھاتا۔لیکن باوجود اس کے کہ احمدیت میرے سابقہ خیالات وسوالات کا تسلی بخش جواب دے رہی تھی اوروہ میری آئیڈیل جماعت تھی جس کا مجھے انتظار تھا پھر بھی میں اپنے برادرِنسبتی سے بحث کے دوران اس موقف پر قائم رہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جماعت دیگر اسلامی جماعتوں سے بہت بہتر ہے لیکن یہ محض پاکستان کی ہی ایک جماعت ہےاورشاید دیگر ملکوں میں اس کا کوئی قابل ذکر وجود نہیں ہے۔

دوسری جانب میں اس جماعت کی طرز فکر اور تصحیح مفاہیم سے حددرجہ متاثر تھالیکن میں اپنی عادت کے مطابق ہر معاملہ میں گہری نظر سے تحقیق کرنے لگا، مثلاً یہ کہ ان کا نماز ادا کرنے کا طریق کیا ہے؟ جن آیاتِ قرآنیہ کا ذکر یہ اپنے پروگراموں میں کرتے ہیں کیا واقعی وہ قرآن کریم میں موجود ہیں یا یہ ان کی ’’کتابِ مبین‘‘ سے لی گئی ہیں جس کا میں نے مخالفین کی زبانی بہت چرچا سنا تھا۔لہٰذا میں مختلف آیات کو لکھ کر قرآن کریم سے چیک کرتا تھا مبادا ان میں کوئی تحریف وتبدل ہو۔اسی طرح وہ احادیث و روایات جو ان پروگراموں میں ذکر ہوتیں میں انہیں بھی اصل مصادر سے چیک کرتا تھا۔علاوہ ازیں یہ جاننے کے لئے بھی کوشاں تھا کہ کیا واقعی ان کا حج مکہ مکرمہ میں جاکر ہوتا ہے یا ان کے مخالفین کے مطابق قادیان میں ہوتا ہے؟ ان کا ختم نبوت کے بارہ میں تصور کیا ہے؟ اور خاتم النبیین کے بعد کن دلائل کی بنا پر یہ اپنے امام کو نبی مانتے ہیں۔ان تمام امور کو میں نے نہایت ناقدانہ نظر سے دیکھا اور غیر جانبداری کے ساتھ ان کے بارہ میں تحقیق کی۔تحقیق کا یہ عمل بہت سُست روی کا شکار رہا کیونکہ سوائے ’’لقاء مع العرب‘‘ اور بعض فرنچ پروگرامز کے میرے پاس کچھ نہ تھا۔ ایم ٹی اے پر زیادہ تر پروگرام انگریزی یا اردو میں آتے تھے جن کو سمجھنا میرے بس کی بات نہ تھی۔پھر یوں ہوا کہ اسی تحقیق کے عمل کے دوران مجھے جماعت کی مرکزی ویب سائٹ کا پتہ چل گیا، اور میری تحقیق کے لئے بہت سا مواد میسر آ گیا۔پھر کچھ سالوں کے بعد عربی ویب سائٹ کا اجراء ہوگیا اوراس سے تو مجھے بیش قیمت معارف قرآنیہ و علمی خزائن مل گئے۔نیز مجھے جماعت کے عقائد وطرز فکر کو زیادہ گہرائی سے دیکھنے کا موقع ملا۔میں نے ساتھ ساتھ معترضین کے اعتراضات کا بھی جائزہ لینا شروع کردیا اور ہر اعتراض کے جواب کے بارہ میں تحقیق کے بعد میرا جماعت کی سچائی کے بارہ میں ایمان پختہ ہوتا گیا اورمخالفینِ احمدیت کی ہر ایسی تہمت مجھے احمدیت کے قریب تر کرتی چلی گئی۔

ازاں بعد پروگرام الحوار المباشر اور سبیل الھدی وغیرہ نے تو تحقیق کرنے والوں کے لئے مزید آسانیاں پیدا کردیں۔

میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو

احمدیت کے تعارف کے ابتدائی ایام میں جب مَیں ’’لقاء مع العرب‘‘ باقاعدگی سے دیکھا کرتا تھامَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ایک پہاڑ کی چوٹی کی جانب جانے والے ایک راستے پر چل رہے ہیں، آپ نے سفید رنگ کا پاکستانی لباس زیب تن کیا ہے۔میں حضور انور کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی کے قریب پہنچ جاتا ہوں۔اس جگہ سے ہمیں پہاڑ کی چوٹی کے پیچھے سے ایک تیز روشنی نظر آتی ہے جو افق پر پھیلتی جاتی ہے، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلوع فجر کی سفیدی ہے۔ مجھے کسی قدر خوف محسوس ہوتا ہے اور میرے قدم سست ہو جاتے ہیں۔حضورانور اس کو محسوس کرتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو مَیں آپ کا پُرنور چہرہ مبارک دیکھ کر عجیب کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ نہ معلوم اس پہاڑ کے دوسری جانب کیا ہے جس سے اس قسم کی روشنی نکل رہی ہے۔آپ مسکرا کر فرماتے ہیں: میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو اور ڈرو نہیں۔

الحمدللہ کہ باوجود خوف اور خطرات کے میں اس رؤیا کے مطابق حضورانور کے پیچھے پیچھے ہی چلتا رہا یہاں تک کہ قبولِ احمدیت کی منزل آ گئی۔

بیعت

یوں تو میں نے احمدیت کے بارہ میں جاننے کے بعد ہی بیعت کا فیصلہ کرلیا تھا اور ایم ٹی اے کے ذریعہ ایک عالمی بیعت میں شامل ہوکر بیعت کے الفاظ بھی دہرا لئے تھے لیکن دل مطمئن نہ تھا کیونکہ بیعت کے الفاظ انگریزی میں تھے جن کی مجھے کوئی سمجھ نہ آئی تھی۔ مجھے اس طرح بیعت کرنے سے تسلی نہ تھی تاہم میرے نزدیک اصل بیعت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایمان اور شرائط بیعت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش ہے، اور میں اسی پر کاربند تھا۔ پھر جب جماعت سے رابطے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے میری بیوی کو بھی قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائی، اور پھر ہم دونوں نے 2010ء کے شروع میں باضابطہ طور پر بیعت فارم پر کرکے ارسال کردیا۔

روحانی مدارج کی تشریح

بیعت کے بعد مَیں نے ایک بار خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو دیکھا۔میں نہایت بے کسی کے عالم میں حضور انور کے سامنے آتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں کہ کیا چاہتے ہو؟ مَیں عرض کرتا ہوں کہ حضور آپ مجھے روحانی ترقی کے سات مدارج سمجھا دیں۔اس پر حضور انور ان مدارج کی تشریح فرمانا شروع کر دیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ظاہری مسافتیں ختم ہو کر رہ گئی ہیں اور ای میل کے ذریعہ ہم حضور انور سے رابطہ کرسکتے ہیں، راہنمائی لے سکتے ہیں اور پیارے آقا کی دعاؤں اور فیوض سے حصہ پاسکتے ہیں۔لیکن خلیفۂ وقت کی صحبت میں رہنے اور آپ سے تربیت پانے کا شرف یقینًا ایک امر عظیم ہے جس کی خواہش ہر احمدی کی ہے۔اور کتنے ہی خوش قسمت ہیں وہ جو پیارے آقا کی صحبت میں اوران کی نظروں کے سامنے رہتے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی روحانی لحاظ سے ترقی عطا فرمائے، آمین۔

(باقی آئندہ)

قرآن کو دستورالعمل بناؤ۔ دین کو دنیا پر مقدم کرو

(تقریر فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ 25 / دسمبر 1912ء
برموقعہ جلسہ سالانہ، بعد نماز ظہر، بمقام مسجد اقصیٰ قادیان)

قسط نمبر 2

ایمان بالملائکہ کا ایک نکتہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا ہے۔ میں نے بارہا اپنے دوستوں کو سمجھایا ہے لیکن لوگ بھلی بات کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔ کوئی وقت ہوتا ہے اور موقع نیکی کا ہوتا ہے اس وقت فرشتہ انسان کو نیکی کی تحریک کرتا ہے اور بدکاروں کو فرشتہ کبھی بدکاری کے وقت ملامت کرتا ہے۔ اسی واسطے بعض بدکاروں کے کبھی بڑی نیک اولاد پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ ملامت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر انسان مَلِک کی اس تحریک کو مان لے تو مَلِک کو اس سے تعلق ہو جاتا ہے۔ وہ فرشتہ اپنے حلقہ کی تمام نیکیاں تحریک کرتا ہے۔ پھر وہ ایک دوسرے فرشتہ سے جو اس کا قریب کا ہوتا ہے تعلق کراتا ہے کہ تم بھی اس کو تحریک کرو۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی آدمی کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھتا جاتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ اس سے تعلق پیدا کرو۔ اس طرح جبرائیلی رنگ کی مخلوق سے تعلق اور قبولیت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب وہ قصہ ایک کہانی کی طرح ہو گیا۔

بدظنی مت کرو، بڑائی، شیخی اور فخر کے لئے نہیں تحدیث نعمت کے لئے کہتا ہوں کہ میں نے خود ایسے فرشتوں کو دیکھا ہے اور انہوں نے ایسی مدد کی ہے کہ عقل، فکر، وہم میں نہیں آسکتی اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ دیکھو ہم کس طرح اس معاملہ میں تمہاری مدد کرتے ہیں۔ انبیاء، اولیاء، غوث، ابدال کی پاک جماعت کا فرمانا اس معاملہ میں خلاف ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جس طرح گندا کوڑا کرکٹ اعلیٰ مقامات میں جا کر اچھا ہو جاتا ہے اسی طرح اچھی صحبت میں گندہ انسان اپنی حالت کو تبدیل کر لیتا ہے۔

اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبة:119) راستبازوں کا ساتھ ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ وہ خشن پوش عرب جو سوائے اونٹ چرانے کے کچھ نہیں جانتے تھے جب انہوں نے دنیا میں اسلام کا نور پھیلایا تو کس طرح خدائے تعالیٰ نے ان پر فضل و کرم فرمایا اور انہوں نے کیسی عزت حاصل کی۔ وہ صحبت کا نتیجہ تھا۔ یہ نہ کہو کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے خزانے خشک ہو گئے۔ یہ جناب الٰہی پر بدظنی ہے۔ خدائے تعالیٰ کے فضل و رحمت میں کبھی کوئی نقص نہیں۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں نیک آدمی کا ذکر آتا ہے آگے فرماتا ہے وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (الانعام:85) ہر ایک محسن کے لئے ایسی ہی جزا ہے خدائے تعالیٰ کی رحمت کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں، کوئی دریغ اور مضائقہ قطعاً نہیں۔ یاس اور ناامیدی خود بڑا خطرناک گناہ ہے۔

طالب علمی میں ہمارے ایک دوست تھے ہم کو ان پر بڑا حسن ظن تھا جتنے ہم ان کے ساتھ پڑھتے تھے ان کو بہت ہی نیک خیال کرتے تھے۔ حضرت صاحب کے دعوے کے وقت وہ مجھ کو ملے۔ میں نے کہا آپ نے مرزا صاحب کی آواز سنی ہے؟ کہنے لگے ہاں وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں۔ پھر کہا کہ آپ مجھ کو جانتے ہیں میں نے کبھی کوئی بدی نہیں کی اور ساری عمر نہیں کی لیکن مجھ کو کبھی الہام نہیں ہوا اور مرزا صاحب کو الہام ہو گیا۔ میں یہ سن کر کچھ دیر چپ رہا اور دعا مانگتا رہا کہ مولا اس کو کیا جواب دوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ ہم میں کیسا نیک نمونہ ہیں کہ ہم آپ کے لنگوٹیا یار ہیں اور پھر بھی آپ کا کوئی عیب نہیں بتا سکتے۔ اب بتائیں آپ نے کبھی نماز میں اَلْحَمْد شریف پڑھی ہے؟ کہا روز۔ میں نے کہا اس میں آپ نے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحة:7،6) پڑھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا کوئی مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ ہیں؟ کہا ضرور ہیں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ان سے باتیں کرتا تھا اور آپ سے نہیں کرتا؟ کہنے لگے بھلا ہم بدکاروں سے اللہ تعالیٰ کب بات کرتا ہے۔ میں نے کہا تو آپ بدکار ہیں؟ ہم کو تو علم نہیں تھا۔ کہا بندہ گنہگار، سیہ کار ہے۔ میں نے کہا تو آپ ایسے بدکار اور سیہ کار ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے باتیں نہیں کرتا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ پر بدظنی کی اور یہ کہ آپ نے تمام نیکیاں کیں اور پھر بھی اللہ تعالیٰ نہیں بولا گویا وہ ظالم ہے۔ آپ نے تو بڑا ظلم کیا کہ اللہ تعالیٰ پر بدظنی کی پھر وہ کس طرح بولتا۔ کہا ہاں یہی سبب ہے۔ میں نے کہا تو پھر قصور تو آپ ہی کا ہے۔

ملائکہ اسباب الٰہی میں سے ایک سبب ہیں اور کتب الٰہیہ انسان کو آگاہ کرنے کے لئے بھیجی گئی ہیں اور انسان کو سچائی سمجھانے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (اٰل عمران:103) حق تقویٰ کا ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مقدس مطہر عیب سے بری ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اپنے اوصاف و محامد میں بے ہمتا ہے۔ اللہ جلّشانہٗ کے افعال و عبادات و تعظیمات میں کوئی بھی شریک نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ میری تحقیقات اور سمجھ نے جہاں تک کام دیا ہے قرآن کریم جیسی کتاب میں نے نہ دیکھی، نہ سنی اور نہ کسی منہ سے کوئی چیز ایسی مجھ تک پہنچی۔

ایک مشہور برہمو یہاں آئے میں نے ان سے کہا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ کہا کہ ہر ایک مذہب کی اچھی بات ہم لے لیتے ہیں۔ میں نے کہا بڑا اعلیٰ سے اعلیٰ اصل آپ کا کیا کیا ہے؟ کہا دعا اور یہی تمام مذاہب میں بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ مَیں نے کہا آپ نے تمام مذاہب کی دعاؤں کا انتخاب کیا ہے ان میں اتفاق رائے سے جو سب سے اعلیٰ دعا ہو وہ مجھ کو سناؤ۔ کہنے لگے آپ اپنی دعا سنائیں۔ میں نے کہا آپ نے تو تمام مذاہب کی دعاؤں کا انتخاب کیا ہے تعجب ہے کہ اسلام کی دعاؤں کو نہیں جانتے۔ کہا ہاں یہ غلطی تو ہے۔ پھر کہنے لگا کہ جنرل بوتھ نے دس گھنٹے دعا مانگی اور میرے سامنے مانگی۔ میں نے کہا اس دعا کا کوئی فقرہ آپ دس سیکنڈ میں سنا دیں۔ کہنے لگا دُور سے آواز نہیں آتی تھی۔ میں نے کہا ممکن ہے وہ شراب کے نشہ میں سو رہا ہو۔ غرض وہ ادھر نہ آیا یہی کہتا رہا وہ بڑی جماعت کا مقتدا ہے۔ میں نے کہا اس نے کوئی دعا نہیں کی ورنہ ایک فقرہ ہی سناؤ۔ میں نے کہا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو ایک آیت اونچی پڑھ دیتے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ فلاں سورۃ پڑھتے ہیں۔ انجیل میں مسیح کی آخری دعا تو یہی ہے کہ اِیلِی اِیلِی لِمَا سَبَقْتَنِی۔ او خدا تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے اس کو بہت ہی مجبور کیا کہ اپنی دعا مجھ کو سناؤ لیکن اس نے کہا پہلے آپ سنائیں پیچھے میں سناؤں گا۔ میں نے کہا اچھا آؤ پہلے ہماری ہی دعا سنو۔ پھر میں نے سورۃ فاتحہ انہیں (ہندوؤں) کی زبان میں جو مجھ کو کچھ آتی ہے ترجمہ کر کے سنائی۔ سن کر فوراً نوٹ بک نکال کر کہنے لگا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے لکھ دیں اس جیسی تو کوئی دعا ہو ہی نہیں سکتی۔ میں نے کہا اب تم سناؤ۔ کہا کہ مجھ کو تو اب ان تمام دعاؤں سے شرم آتی ہے۔ اس دعا کے مقابلہ میں ہرگز کوئی دعا سنانے کے قابل ہے ہی نہیں۔ ہم پر کیا احسان ہوا ہے۔ کیا شان ہے اس کتاب کی جس کی تعریف ہے لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ لَا مِنْ خَلْفِہٖ (حٰم السّجدة:43) تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الواقعة:81) اس کے آگے پیچھے بطلان آ سکتا ہی نہیں۔ سب تحقیقاتوں کے مقابلہ میں یہی قرآن ہے۔ آئندہ جو ہوں گی ان کے لئے بھی یہی قرآن ہے۔ ربّ العالمین کی یہ تنزیل ہے۔

بہت سے لوگ انجمنیں بناتے ہیں وہ کیوں کامیاب نہیں ہوتے؟ وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اصل الاصول میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو نہیں رکھتے۔ کوئی ہمدردیٔ حیوانات، کوئی موت فنڈ، کوئی زندگی کا بیمہ۔ اگر سب سے مقدم خدائے تعالیٰ کو کر لیتے تو خدائے تعالیٰ ان کو مقدم کر لیتا وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (اٰل عمران:103) تم فرمانبردار ہو کر مرو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا (اٰل عمران:104)۔ اللہ تعالیٰ نے الزام کے طور پر ہر مدرسہ میں رسّہ کھینچنے کا ایک انتظام کیا ہے۔ یہ رسّہ میری سمجھ میں اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس آیت کی طرف توجہ ہو۔ یہ جناب الٰہی کا رسّہ قرآن کریم آ گیا۔ ایک طرف تمام دشمنان خدا اور اعداء نبی کریم اس کو کھینچنا چاہتے ہیں۔ کوئی تاریخی طور پر، کوئی سائنس اور مشاہدہ کے ذریعہ سے الزام لگانا چاہتا ہے۔ کوئی اس کوشش میں ہے کہ اس کے اسباب کے نتائج کا خلاف کیا جائے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے نبیوں کے منکر ایک طرف کھینچتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ تم ایک دم اپنا سارا زور لگاؤ کیونکہ اس میں تمہارا بچاؤ ہے۔ اس میں تو اتفاق کر لو۔ وَلَا تَفَرَّقُوْا تفرقے چھوڑ دو۔ آپس میں محبت بڑھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبت ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل ہوا ہے۔ تم لوگ کس طرح آپس میں عداوت رکھتے تھے۔ جناب الٰہی نے تم میں الفتیں پیدا کر دی ہیں۔ اندرونی مذاہب میں شیعہ تمام اصحاب کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور خوارج اہل بیت کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان الفتیں پیدا کر دیں ہیں تو کم سے کم سورۂ آل عمران کے زمانہ میں جس قدر صحابہ تھے وہ تو سب ضرور آپس میں محبت رکھتے تھے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ قرآن کریم کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اَلَّفَ کے بعد اِخْوَانًا فرمایا ہے کیونکہ کبھی کبھی بھائیوں میں کدورتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ اس جماعت صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت معزز کیا ہے۔ اگر ان میں اختلاف ہوتا تو تمام بلاد کے فتوحات کس طرح ہوتے۔ اگر وہ ایک نہ ہوتے تو لا الٰہ الا اللّٰہ کے خلاف ہوتا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا بھلا تم کلینی تو پڑھ کر دیکھو۔ کہا اپنی تردید کے لئے یہی کافی ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس فضل کو یاد کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کون کون لوگ تھے۔ حبشیوں میں بلال، رومیوں میں صہیب، حسن بصری جیسے بصرہ کے۔ یہ اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے لئے ہم نے عرب و عجم کی مخلوق ایک کر دی ہے۔ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ تم ایک آگ کے گڑھے پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ باتیں اس لئے سنائی ہیں کہ تم ہدایت پاؤ۔

اب بھی دیکھو لوگ باہم کس قدر نقار میں تھے۔ مقلد، غیر مقلد، شیعہ، خارجی۔ ایک گاؤں قادیان میں ہم کو اللہ تعالیٰ نے جمع کر دیا۔ نمونے دکھا دیئے۔ اب بھی وہی بن سکتے ہو جو پہلے صحابہ کرام بنے۔ یہ باتیں کیوں سناتا ہے؟ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (اٰل عمران:104)۔

اب تم سوچو حضرت صاحب کیوں آئے تھے؟ کیا غرض تھی؟ کیا کام تھا؟ کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ بہت سے لوگ یہ کہہ دیں گے۔ وفات مسیح کا مسئلہ حل کر دیا۔ وفات مسیح کے سارے صحابہ، سارے آئمہ قائل ہیں۔ بیشک بطور غلطی کے یہ مسئلہ بھی تھا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر فوت ہوئے ایک مسیح علیہ السلام بھی فوت ہو گئے تو کیا ہوا۔ **حضرت صاحب ایک خاص غرض کے لئے آئے تھے۔ وہ غرض دین کو دنیا پر مقدم کرنا تھی۔**

لوگوں نے دنیا کو دین پر مقدم کیا ہے اور ایسا مقدم کیا ہے کہ قرآن شریف کو کچہریوں میں جھوٹی قسمیں کھانے کا آلہ بنایا گیا ہے۔ دھوکا دینے کے لئے قرآن شریف کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ ایک شخص کی کوہاٹ میں بدلی ہوئی۔ بڑا موٹا قرآن شریف اور ایک بڑی سی رحل اس نے خریدی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو قرآن کریم سے بڑی محبت ہے۔ کہنے لگا کہ سفر میں تو یہ میری گاڑی کا پائدان ہو گا اور وہاں جا کر رحل پر رکھ دوں گا سرحدی لوگ مجھ کو بڑا دیندار سمجھیں گے۔ میں قرآن شریف کو مانتا نہیں ہوں۔

اگر خشیۃ اللّٰہ ہو، اگر تقویٰ ہو، اگر انسان کا خدا تعالیٰ پر ایمان ہو، اگر مرنے کا اس کو خیال ہو تو یہ جھوٹ، یہ دغا، یہ فریب، یہ جعلسازیاں، یہ بدمعاشیاں، یہ لین دین میں بدمعاملگی کیوں ہو۔ تم خوب یاد رکھو کہ صرف منہ سے کہہ دینے سے آدمی مسلمان نہیں بنتا، منہ سے مسلمان تو منافق بھی بن سکتا ہے۔ تقویٰ اور عمل سے آدمی مومن بن سکتا ہے۔ اگر دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہو، اگر اپنے اغراض کو پورا کرنے کے لئے دغا، فریب اور بدمعاشیوں کو روا رکھتے ہو تو یہ کوئی عقلمندی نہیں۔ **(باقی آئندہ)**

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)
•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals
قانونی مشاورت برائے اسائلم
•Switching Visas
•Over Stayers
•Legacy Cases
•Work Permits
•Visa Extensions
•Judicial Reviews
•Tribunal Appeals
HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666 02086 721 738
24 Hours Emergency No: 07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

خطبہ جمعہ

عملی اصلاح کے لئے بیرونی علاج یا مدد کے طور پر دو قسم کے سہاروں کی ضرورت ہے۔ ایک نگرانی اور دوسرا جبر۔

ہر معاشرے کے قانون میں نگرانی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے اور عملی اصلاح کرنے کے لئے دین بھی ہمیں اس کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

ماں باپ، مربیان، عہدیداران، نظام ہر ایک کو اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا چاہئے۔

دین کی طرف منسوب ہو کر پھر اُس کے قواعد پر عمل نہ کرنا اور اُسے توڑنا، ایک طرف تو اپنے آپ کو نظامِ جماعت کا حصہ کہنا اور پھر نظام کے قواعد کو توڑنا۔

یہ بات اگر ہو رہی ہے تو پھر بہرحال سختی ہوگی اور یہاں جبر سے یہی مراد ہے۔ نظام کا حصہ بن کر رہنا ہے تو پھر تعلیم پر بھی عمل کرنا ہوگا۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نیک اعمال بجالانے کی عادت ڈالنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ ان ذرائع کو اختیار کئے بغیر اصلاحِ اعمال میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ پس ان ذرائع کا استعمال انتہائی ضروری ہے۔ یعنی ایمان کا پیدا کرنا، علمِ صحیح کا پیدا کرنا، اور نگرانی کرنا اور جبر کرنا، یہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔ ان چاروں ذرائع کو جماعت کی اصلاح کے لئے بھی اختیار کرنا ضروری ہے۔

معلمین، مبلغین یہ دیکھیں کہ انہوں نے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کتنی کوشش کی ہے۔ خشک دلائل سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالنے اور غیر احمدی مولویوں کو دوڑانے پر ہی ہمیں اکتفا نہیں کر لینا چاہئے اور اسی پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ ہمارے پاس جو خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ہیں، اُس سے خدا تعالیٰ کی ہستی دنیا کو دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اُس سے لوگوں کے دلوں کو قائل کریں۔

اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔ خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سن کر انقباض نہ ہو۔

خلافت کا صحیح فہم و ادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے اہم کام ہے۔ اور پھر عہدیداران کا کام ہے کہ وہ بھی اس طرف توجہ دیں۔ ہماری روحانی پاکیزگی اور ہماری عملی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ بڑا انقلاب لانے کا باعث بنے گی، بہ نسبت اس تبلیغ کے۔

مسلمان ممالک اور مسلم اُمّہ کی قابلِ رحم حالت کا تذکرہ اور دعاؤں کی تحریک

آج مسلم اُمّہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ماننے والوں کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ پس یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کے لئے بہت دعا کریں۔

قریباً ہر جگہ حالات خراب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور اسلام کو بدنام کرنے کی جوان کی مذموم کوششیں ہیں اُن سے محفوظ رکھے۔

جو بھی ظلم کرنے والے ہیں اُنہیں اللہ تعالیٰ عبرت کا نشان بنائے اور اللہ تعالیٰ ان ملکوں میں رہنے والے ہر احمدی کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 31 جنوری 2014ء بمطابق 31 صلح 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

گزشتہ خطبہ میں اصلاحِ اعمال یا تربیت کے حوالے سے مربیان، اس میں تمام واقفینِ زندگی شامل ہیں، امراء اور عہدیداران کی ذمہ داریوں کی بات ہو رہی تھی کہ کس طرح انہیں اپنا کردار عملی اصلاح کی روک کے اسباب پر قابو پانے کے لئے ادا کرنا چاہئے اور اس کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہے جن کو مربیان اور عہدیداران کو اپنے اوپر لاگو کر کے پھر جماعت کو بتانے اور دکھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ وہ علماء اور واعظین جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھے اُن میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شامل تھے اور صحابہ سے تربیت پانے والے بھی شامل تھے، اُن کا تعلق باللہ اور ایمان اور یقین کا معیار بھی یقیناً بہت اعلیٰ تھا۔ اُن کی کمی اِن باتوں میں نہیں تھی۔ کمی اس بات کی تھی جس کی طرف حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ دلائی کہ ترجیحات کو بدلنے کی ضرورت ہے یا اعتقادی مسائل پر جس طرح زور دیا جارہا ہے اسی طرح عملی اصلاح کی اہمیت پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات اور اپنے ذاتی تعلق باللہ اور اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے۔ لیکن آجکل ہمیں نظر آتا ہے کہ ہمارا ان باتوں میں وہ معیار نہیں ہے۔ اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ مربیان اور عہدیداران اپنے اوپر لاگو کر کے پھر افرادِ جماعت کو بتائیں تو اس کی خاص اہمیت ہے۔ یعنی اپنے پر لاگو کرنے کے لفظ پر غور کرنے اور عمل کرنے اور اپنا نمونہ قائم کرنے کی بہت ضرورت ہے تبھی اصلاحی باتوں کا اثر بھی حقیقی رنگ میں ہوگا۔

گزشتہ خطبہ میں قوتِ ارادی کے پیدا کرنے اور علمی کمزوری دُور کرنے کا ذکر ہو گیا تھا لیکن تیسری بات اس ضمن میں بیان نہیں ہوئی تھی۔ یعنی عملی کمزوری کو دور کرنے کا طریق یا عملی قوت کو کس طرح بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں آج کچھ کہوں گا۔ اس کے لئے جیسا کہ پہلے خطبات میں ذکر ہو چکا ہے، بیرونی علاج یا مدد کی ضرورت ہے۔ یا کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے۔ اور عملی اصلاح کے لئے یہ سہارا دو قسم کا ہوتا ہے یا دو قسم کے سہاروں، ایک نگرانی کی اور دوسرا جبر کی ضرورت ہے۔

نگرانی یہ ہے کہ مستقل نظر میں رکھا جائے، زیرِ نگرانی رکھا جائے کہ کہیں کوئی بدعمل نہ کر لے۔ اس قسم کی نگرانی دنیاوی معاملات میں بھی ہوتی ہے۔ گھروں میں ماں باپ بچوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ سکولوں میں استاد علاوہ پڑھانے کے نگرانی کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ حکومت کے کارندے نگرانی کر رہے ہوتے ہیں اور یہ بتا دیتے ہیں کہ ہم نگرانی کریں گے۔ سڑکوں پر ٹریفک کے لئے مستقل کیمرے لگائے ہوتے ہیں اور بورڈ لگے ہوتے ہیں کہ کیمرہ لگا ہوا ہے۔ یہ نگرانی کا ایک عمل ہے۔ جو بچے ماں باپ کی زیادتیوں کا نشانہ بنتے ہیں اُن کے والدین کو warning دی جاتی ہے کہ ہم نگرانی کریں گے۔ اگر بچوں کو زیادہ تنگ کیا گیا تو پھر بچوں کی بہبود کا جو ادارہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم بچے لے جائیں گے۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں تو یہ بہت عام ہے۔ بلکہ میرے خیال میں تو بچوں کے معاملے میں ناجائز حد تک یہ نگرانی ہوتی ہے۔ اور ماں باپ بچوں سے ڈر کر یا اس ادارے سے ڈر کر جائز روک ٹوک بھی بچوں پر نہیں کرتے اور نتیجۃً بسا اوقات بچے بھی بگڑ جاتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں تو یہ نگرانی بعض دفعہ نقصان کا باعث بھی بن رہی ہوتی ہے۔ پھر خاوند بیوی کے تعلقات میں خرابی کی وجہ سے بھی اُن کی نگرانی ہوتی ہے۔ پھر ملزمان کی نگرانی ہوتی ہے۔

بہرحال اس ساری نگرانی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس کو اُن کاموں سے روکا جائے جن کی وجہ سے فساد پیدا ہو سکتا ہے یا اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اصلاح ہو۔ بہرحال نگرانی ہر معاشرے کے قانون میں اصلاح کا ایک ذریعہ ہے اور عملی اصلاح کرنے کے لئے دین بھی اس کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے۔ اور بہت سے غلط کاموں سے انسان اس وجہ سے بچ رہا ہوتا ہے کہ معاشرہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ ماں باپ اپنے دائرے میں نگرانی کر رہے ہوتے ہیں۔ مربیان کا اپنے دائرے میں یہ نگرانی کرنا کام ہے۔ اور باقی نظام کو بھی اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا ضروری ہے۔ اور جب اسلام کی یہ تعلیم بھی سامنے ہو کہ ہر نگران نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب الجمعة فی القریٰ و المدن حدیث نمبر 893)

تو نہ صرف اُن کی اصلاح ہو گی جن کی نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ نگرانوں کی بھی اصلاح ہو رہی ہو گی۔ بہرحال عملی اصلاح کے لئے نگرانی بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

دوسری بات جو اصلاح کے لئے ضروری ہے جبر ہے۔ یہاں کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ ''دین کے معاملے میں جبر نہیں ہے'' دوسری طرف عملی اصلاح کے لئے جو علاج تجویز کیا جا رہا ہے، وہ جبر ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ جبر دین قبول کرنے یا دین چھوڑنے کے معاملے میں نہیں ہے۔ ہر ایک آزاد ہے، جس دین کو چاہے اختیار کرے اور جس دین کو چاہے چھوڑ دے۔ اسلام تو بڑا واضح طور پر یہ اختیار دیتا ہے۔ یہاں جبر یہ ہے کہ دین کی طرف منسوب ہو کر پھر اُس کے قواعد پر عمل نہ کرنا اور اُسے توڑنا، ایک طرف تو اپنے آپ کو نظامِ جماعت کا حصہ کہنا اور پھر نظام کے قواعد کو توڑنا۔ یہ بات اگر ہو رہی ہے تو پھر بہرحال سختی ہو گی اور یہاں جبر سے یہی مراد ہے۔ نظام کا حصہ بن کر رہنا ہے تو پھر تعلیم پر بھی عمل کرنا ہو گا۔ ورنہ سزا مل سکتی ہے، جرمانہ بھی ہو سکتا ہے، بعض قسم کی پابندیاں بھی عائد ہو سکتی ہے۔ اور ان سب باتوں کا مقصد اصلاح کرنا ہے تا کہ قوتِ عملی کی کمزوری کو دور کیا جا سکے۔ جماعت میں بھی جب نظامِ جماعت سزا دیتا ہے تو اصل مقصد اصلاح ہوتا ہے۔ کسی کی سبکی یا کسی کو بلاوجہ تکلیف میں ڈالنا نہیں ہوتا۔ یہ جبر حکومتی قوانین میں بھی لاگو ہے۔ سزائیں بھی ملتی ہیں، جیلوں میں بھی ڈالا جاتا ہے، جرمانے بھی ہوتے ہیں، بعض دفعہ مارا بھی جاتا ہے۔ اور مقصد یہی ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن رہے اور جو دوسرے کو نقصان پہنچانے والے ہیں وہ نقصان پہنچانے کا کام نہ کر سکیں بلکہ بعض دفعہ تو اپنے آپ کو نقصان پہنچانے والے کام پر بھی سزا مل جاتی ہے۔ لیکن اس سزا کے دوران اصلاح کرنے کے مختلف ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر کسی کو پھانسی بھی دی جاتی ہے تو یہ جبر اس لئے ہے کہ قاتل نے ایک جان لی اور قاتلوں کو اگر کھلی چھٹی مل جائے تو پھر معاشرے کا امن برباد ہو جائے اور کئی اور قاتل پیدا ہو جائیں۔ پس قتل کی سزا قتل دینے سے کئی ایسے لوگوں کی اصلاح ہو جاتی ہے یا وہ اس کام سے رُک جاتے ہیں جو قتل کا رجحان رکھتے ہیں، جو زیادہ جوشیلے ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ جبر اصلاح کا ایک پہلو ہے جو دنیا میں بھی رائج ہے۔

دنیا دار کے جبر سے یا دنیاوی سزاؤں کے جبر سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن ایک دین کی طرف منسوب ہونے والے پر جب جبر کیا جاتا ہے اور دینی نظام کے تحت اُس کو سزا دی جاتی ہے یا کسی بھی قسم کی سزا یا جرمانہ ہو، کوئی اور سزا ہو یا بعض پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔ جماعت میں بعض دفعہ بعض چندے لینے پر پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں تو بیشک جبراً ان کاموں سے روکا جا رہا ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی جب وہ باتیں یا اعمال جو صالح اعمال ہیں، اُن کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہو اور کوئی شخص اس لئے کر رہا ہو کہ سزا سے بچ جاؤں یا خلیفہ وقت کی ناراضگی سے بچ جاؤں یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤں تو آہستہ آہستہ دل میں ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ برائیوں کو چھوڑ کر خوشی سے نیک اعمال بجا لانے والے بننا شروع ہو جاتے ہیں۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نیک اعمال بجا لانے کی عادت ڈالنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ بغیر ان ذرائع کو اختیار کئے اصلاحِ اعمال میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس ان ذرائع کا استعمال انتہائی ضروری ہے۔ یعنی ایمان کا پیدا کرنا، علمِ صحیح کا پیدا کرنا، ان باتوں کا تو گزشتہ خطبہ میں ذکر ہو گیا تھا۔ اور قوتِ عملی پیدا کرنے کے ضمن میں نگرانی کرنا اور جبر کرنا، جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔

یہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔ جب ہم گہرائی میں جائزہ لیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ دنیا میں ایک طبقہ ایسا ہے جو ایمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یعنی وہ معیار نہیں رکھتا جو اصلاحِ عمل کے لئے ایک انسان میں ہونا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر قوتِ ایمانیہ بھر دی جائے تو ان کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔ اور ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو عدمِ علم کی وجہ سے گناہوں کا شکار ہوتا ہے۔ اس کے لئے صحیح علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک طبقہ جو نیک اعمال بجا لانے کے لئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں۔ اور اس کی احتیاج جو ہے وہ دو طرح سے پوری کی جاتی ہے۔ یا اُس کی بیرونی مدد دو طرح سے ہو گی۔ ایک تو نگرانی کر کے، جس کی میں نے ابھی تفصیل بیان کی ہے کہ نگرانی کی جائے تو بدیاں چھوٹ جاتی ہیں اور نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے لیکن وہ طبقہ جو بالکل ہی گرا ہوا ہو، جو نگرانی سے بھی باز آنے والا نہ ہو، اُسے جب تک سزا نہ دی جائے اُس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

پس ان چاروں ذرائع کو جماعت کی اصلاح کے لئے بھی اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور ہر ایک کی بیماری کا علاج اُس کی بیماری کی نوعیت کے لحاظ سے کرنا ضروری ہے۔ یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ جس زمانے میں مذہب کے پاس نہ حکومت ہو، نہ تلوار اُس زمانے میں یہ چاروں علاج ضروری ہوتے ہیں۔

پس جیسا کہ گزشتہ خطبہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ پہلے علاج کے طور پر تربیت کر کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات، آپ کی وحی، آپ کے تعلق باللہ اور آپ کے ذریعہ سے آپ کے ماننے والوں میں روحانی انقلاب کا ذکر کیا جائے۔ اُنہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے کیا فوائد ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ اس دور میں جب شیطان بھرپور حملے کر رہا ہے تو ان باتوں کے بارے میں بتانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ یہ ذکر متواتر اور بار بار ہونا چاہئے۔ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور اُس کا پیار جب کسی انسان کے شاملِ حال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے کس طرح امتیازی سلوک کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس بارے میں کس طرح بتایا ہے۔ مختلف قوموں سے جو نئے احمدی ہو رہے ہیں، افریقہ میں سے بھی اور زیادہ تر عربوں میں سے بھی، وہ اپنے واقعات لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھ کر اُن میں تبدیلیاں ہوئیں، اُن کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ بیشک کتب پڑھ کر اُن کی اعتقادی غلط فہمیاں بھی دور ہوئیں اور اعتقادی لحاظ سے اُن کے علم میں اضافہ ہو کر اُن کو ایمان کی نئی راہیں نظر آئیں۔ لیکن ایمان کی مضبوطی اُن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات کو دیکھنے، آپ کی وحی کی حقیقت کو سمجھنے اور آپ کے تعلق باللہ سے پیدا ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بعض نشانات دکھا کر اپنے قرب کا نظارہ دکھا دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات، وحی، الہامات اور تعلق باللہ جو ہمارے دلوں میں بھی ایمان کی کرنوں کو روشن تر کرے، کی اہمیت اپنے انداز میں بیان فرماتے ہوئے یوں فرمایا کہ: حضرت عیسیٰ بیشک زندہ آسمان پر بیٹھے رہیں۔ اُن کا آسمان پر زندہ بیٹھے رہنا اتنا نقصان دہ نہیں ہے جتنا خدا تعالیٰ کا ہمارے دلوں میں مردہ ہو جانا نقصان دہ ہے۔ پس کیا فائدہ اس بات کا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر زور دیتے رہو جبکہ خدا تعالیٰ کو لوگوں کے دلوں میں تم مار رہے ہو اور اُسے زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ تو حیّ و قیوم ہے اور کبھی نہیں مرتا مگر بعض انسانوں کے لحاظ سے وہ مر بھی جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اول کے ایک استاد جو بھوپال کے رہنے والے تھے، کہتے ہیں کہ:

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing , Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact: Anas A.Khan, John Thompson , Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) & David Wilson.

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel:020 8767 5005
Branch Office :14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch:164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- *24hrs Crime Line: 07533667921*

انہوں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ بھوپال کے باہر (بھوپال ہندوستان کا ایک شہر ہے) ایک پُل ہے، وہاں ایک کوڑھی پڑا ہوا ہے جو کوڑھی ہونے کے علاوہ آنکھوں سے اندھا ہے، ناک اُس کا کٹا ہوا ہے، انگلیاں اُس کی جھڑ چکی ہیں اور تمام جسم میں پیپ پڑی ہوئی ہے۔ مکھیاں اُس پر بھنبھنا رہی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اُسے دیکھ کر مجھے سخت کراہت آئی۔ اور میں نے پوچھا کہ بابا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں خدا ہوں۔ یہ جواب سن کر مجھ پر سخت دہشت طاری ہوگئی۔ اور میں نے کہا کہ تم خدا ہو؟ آج تک تو تمام انبیاء دنیا میں یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ سب سے زیادہ خوبصورت ہے اور اُس سے بڑھ کر اور کوئی حسین نہیں۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کرتے ہیں تو کیا اسی شکل پر؟ اُس نے کہا انبیاء جو کہتے آئے وہ ٹھیک اور درست کہتے ہیں۔ میں اصل خدا نہیں ہوں۔ میں بھوپال کے لوگوں کا خدا ہوں۔ یعنی بھوپال کے لوگوں کی نظروں میں مَیں ایسا ہی سمجھا جاتا ہوں۔ یعنی ان لوگوں کی نظر میں خدا تعالیٰ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 456-455 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس خدا تعالیٰ تو نہیں مرتا مگر جب کوئی انسان اُسے بھلا دیتا ہے تو اُس کے لحاظ سے وہ مر جاتا ہے۔ یہاں نوجوانوں کو یہ بھی سمجھا دوں کہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بس لوگ ایسے ہو گئے تو خدا نے یہ شکل اختیار کر لی اور معاملہ ختم۔ اصل میں تو یہ شکل اُن لوگوں کی اپنی ہے جنہوں نے خدا کو چھوڑا۔ جس طرح آئینہ میں اپنی تصویر نظر آتی ہے۔ اصل چیز یہی ہے اپنی شکل نظر آ رہی ہوتی ہے۔ یہ شکل جو اُس نے خواب میں دیکھی، وہ اُن لوگوں کا آئینہ تھا۔ وہ روحانی لحاظ سے کوڑھی ہو گئے اور ایسے لوگ پھر اپنے انجام کو بھی پہنچتے ہیں۔ نعوذ باللہ خدا نے مر کر اُن سے کنارہ کشی نہیں کر لی۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا سمجھنے والوں کو خدا تعالیٰ بعض دفعہ اس دنیا میں بھی سزا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایک طرف ہو کے بیٹھ نہیں جاتا بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے لوگوں کو سزا دیتا ہے۔ بلکہ متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا انجام یہی بتایا ہے کہ وہ جہنم میں جانے والے ہیں جو خدا کو بھول جائیں۔ پس اس مثال سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ خدا کو چھوڑ دیا یا بے طاقت تصور کر لیا تو بات ختم ہو گئی، کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بدلہ لینے والا بھی ہے، سزا دینے والا بھی ہے اور اُس کا غضب جب بھڑکتا ہے تو پھر کوئی بھی اُس کے غضب کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ پس اس لحاظ سے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ خدا کو بھول گئے اور قصہ ختم ہو گیا۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ: عجیب بات ہے کہ ہمارے علماء حضرت عیسیٰ کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ روح پیدا نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ کا فہم اور ادراک پیدا ہو۔ ہماری اصل کوشش خدا تعالیٰ کو زندہ کرنے کی اور اُس سے زیادہ تعلق پیدا کرنے کی ہونی چاہئے۔ اگر خدا سے ہمارا زندہ تعلق ہے تو چاہے عیسیٰ کو زندہ سمجھنے والے جتنا بھی شور مچاتے رہیں، ہمارے ایمانوں میں کبھی بگاڑ پیدا نہیں ہو گا کیونکہ خدا ہر قدم پر ہمیں سنبھالنے والا ہو گا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 456 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس بیشک وفاتِ مسیح، ختمِ نبوت یا جو دوسرے مسائل ہیں جن کا اعتقاد سے تعلق ہے اُن کا علم ہونا تو بہت ضروری ہے اور ان پر دلیل کے ساتھ قائم رہنا بھی ضروری ہے، بغیر دلیل کے نہیں، لیکن عملی اصلاح کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہو گا اور اس کے لئے وہ ذرائع اپنانے ہوں گے جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دکھائے۔ ہمیں اپنے قول و فعل کے تضاد کو ختم کرنا ہو گا۔ جو ہم دوسروں کو کہیں اُس کے بارے میں اپنے بھی جائزے لیں کہ کس حد تک ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں جماعت احمدیہ کے جو جامعات ہیں جہاں مبلغین اور مربیان تیار ہوتے ہیں، ان میں نوجوان مربی اور مبلغ بننے کے لئے بہت سارے بچے داخل ہو رہے ہیں اور خاص طور پر پاکستان میں بڑی تعداد میں بچے جامعہ میں آتے ہیں۔ ان میں بہت کثرت سے واقفینِ نو بھی ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعداد کی کثرت معیار میں کمی کر دیتی ہے۔ اور بعض دفعہ یہ مثالیں بھی سامنے آتی ہیں کہ روحانی معیار کے حصول میں کوشش نہ کرنے، بلکہ بعض غلط عادتوں کی وجہ سے اور صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے کہ مربی اور مبلغ کا کیا تقدس ہونا چاہئے جب ایسے لڑکے بعض حرکتیں کرتے ہیں تو پھر اُن کو جامعات سے فارغ بھی کیا جاتا ہے۔

پس وہ زمانہ جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ احمدیت کی ترقی کا آنے والا ہے، اس کی تیاری کے لئے مربیان بننے والے، مبلغین بننے والے اپنے آپ کو بہت زیادہ تیار کریں۔ کوئی معمولی کام نہیں جو اُن کے سپرد ہونے والا ہے۔ ابھی سے خدا تعالیٰ سے ایک تعلق پیدا کریں اور اس کے لئے پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نشانات ہمیں دکھائے، اسلام کی جو حقیقی تعلیم دوبارہ کھول کر واضح فرمائی، اُسے سامنے رکھیں۔ صرف مسائل کو یاد کرنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ رکھیں۔ مجھے قادیان سے کسی عالم نے لکھا کہ آجکل کھلے جلسے جو مخالفین کے جواب دینے کے لئے پہلے ہندوستان میں منعقد ہوتے تھے، اب نہیں ہوتے، ہم اُن جلسوں میں ایسے تابڑ توڑ حملے مخالف علماء پر کرتے تھے کہ ایک کے بعد دوسرے حملے نے اُنہیں زِچ کر دیا تھا۔ ٹھیک ہے یہ اچھی بات ہے کہ کرتے تھے۔ مخالفین کے جواب دینے چاہئیں، بلکہ دلائل کے ساتھ اُن کی باتوں کے ردّ اُن پر ہی پھینکنے چاہئیں لیکن یہ بات اس سے بھی زیادہ اہم ہے اور ضروری ہے کہ ہمارے معلمین اور مبلغین اور مربیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اپنی روحانی حالت میں بھی وہ ترقی کرتے کہ ہر ایک کا وجود خود ایک نشان بن جاتا۔ اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے بلکہ وہ ترقی کریں کہ خود ایک نشان بن جائے۔ اور اسی نمونے کو دیکھ کر لوگ جماعت میں داخل ہوں۔ بعض دفعہ نمونے دیکھ کر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ معیار پیدا نہیں ہوا۔ اسی لئے ہندوستان میں بہت سے معلمین کو فارغ کرنا پڑا۔ لگتا تھا کہ بعض پر دنیا داری غالب آ گئی ہے۔ پس یہ خط لکھنے والے بھی اور ہم میں سے ہر ایک اپنے جائزے لے کہ اُس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ معلمین، مبلغین یہ دیکھیں کہ انہوں نے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کتنی کوشش کی ہے۔ خشک دلائل سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالنے اور غیر احمدی مولویوں کو دوڑانے پر ہی ہمیں اکتفا نہیں کر لینا چاہئے اور اسی پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ ہمارے پاس جو خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ہیں، اُس سے خدا تعالیٰ کی ہستی دنیا کو دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اُس سے لوگوں کے دلوں کو قائل کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مثال دی ہے کہ اگر سورج چڑھا ہو اور کوئی کہے کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ سورج چڑھا ہوا ہے تو دوسرا اُسے سورج چڑھنے کی دلیلیں دینی شروع کر دے کہ اتنے بجے سورج نکلنے کا وقت ہوتا ہے، اتنے بجے غروب ہوتا ہے اور سائنس یہ کہتی ہے اور فلاں کہتی ہے۔ پس یہ جو دلیلیں ہیں تو کہتے ہیں کہ دلیل دینے والا بھی احمق ہی ہو گا جو دلیلیں دینے بیٹھ گیا، اُس کا سادہ علاج تو یہ تھا کہ سورج کی دلیل پوچھنے والے کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُس کا منہ اونچا کرتا اور کہتا کہ وہ سورج ہے، دیکھ لو۔ اُن کو دلیلیں دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمہاری بیوقوفانہ باتوں کا جواب اس وقت سورج کا وجود ہے۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ بھی ہمارے سامنے جلوہ گر ہے۔ وہ بھی عریاں ہو کر اپنی تمام صفات کے ساتھ دنیا کے سامنے رونما ہو گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ وہ اپنے سارے حسن کے ساتھ جلوہ نما ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 457 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس واعظین کا یہ کام ہے کہ سورج کے وجود کی دلیلیں دینے والے احمق بننے کے بجائے تازہ نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ظاہر ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو ہر دم ہمارے ساتھ ہے، اُس سے یہ سچائی ثابت کریں۔ لیکن بات وہی ہے کہ اپنی حالتوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق بنائیں۔ جماعت کی عملی قوت کو مضبوط کریں۔ جماعت کے بچوں، عورتوں اور مردوں کے سامنے یہ باتیں پیش کریں اور بار بار پیش کریں۔ جیسا کہ میں نے کہا، اُنہیں بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کس طرح خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہوا، اُنہیں سمجھائیں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے کیا ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ پھر دیکھیں کہ جو نوجوان دنیاداری کے معاملات میں نقل کی طرف رجحان رکھتے ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے بنیں گے۔ پھر صرف چند مربیان یا علماء غیر از جماعت مولویوں کے چھکے چڑانے والے نہیں ہوں گے بلکہ یہ نمونے جو ہمارے نوجوان مرد، عورتیں، بچے قائم کر رہے ہوں گے یہ دنیا کو اپنی طرف کھینچنے والے ہوں گے۔ پس اپنی عملی حالتوں کی درستی کی طرف توجہ کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔

اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔ خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سن کر انقباض نہ ہو۔

خلافت کا صحیح فہم و ادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے اہم کام ہے۔ اور پھر عہدیداران کا کام ہے کہ وہ بھی اس طرف توجہ دیں۔ بعض ایسی مثالیں بھی سامنے آ جاتی ہیں کہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت نے یہ غلط کام کیا اور یہ غلط فیصلہ کیا یا فلاں فیصلے کو اس طرح ہونا چاہئے تھا۔ بعض قضا کے فیصلوں پر اعتراض ہوتے رہتے ہیں۔ یا فلاں شخص کو فلاں کام پر کیوں لگایا گیا؟ اس کی جگہ تو فلاں شخص ہونا چاہئے تھا۔ خلیفہ وقت کی فلاں فلاں کے بارے میں تو بڑی معلومات ہیں، علم ہے، اور فلاں شخص کے بارے میں اُس

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

نے باوجود علم ہونے کے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔اس قسم کی باتیں کرنے والے چند ایک ہی ہوتے ہیں لیکن ماحول کوخراب کرتے ہیں۔اگر مربیان اور ہر سطح کے عہدیداران، پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں، ہر تنظیم کے اور جماعتی عہدیداران اپنی اس ذمہ داری کو بھی سمجھیں تو بعض دلوں میں جوشکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں،کبھی پیدا نہ ہوں۔خاص طور پر مربیان کا یہ کام ہے کہ اُنہیں سمجھائیں اور بتائیں کہ تمام برکتیں نظام میں ہیں۔اللہ تعالیٰ تو جب کسی قوم پر لعنت ڈالنا چاہتا ہے تو نظام کو اُٹھالیتا ہے۔پس جب یہ باتیں ہر ایک کے علم میں آجائیں گی تو بعض لوگ جن کوٹھوکر لگتی ہے وہ ٹھوکر کھانے سے بچ جائیں گے۔ایسا طبقہ چاہے وہ چند ایک ہی ہوں ہمیشہ رہتا ہے جو اپنے آپ کو عقلِ کُل سمجھتا ہے اور ادھر اُدھر بیٹھ کر باتیں کرتا رہتا ہے کہ خلیفہ خدا تو نہیں ہوتا، وہ بھی غلطی کرسکتا ہے، جیسا کہ عام آدمی غلطی کرسکتا ہے،ٹھیک ہے۔لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا ہے۔اور یہ جواب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دیا، ہر وقت اور ہر دَور کے لئے ہے۔اگر خلافت برحق ہے، اگر خلافت پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام دیا گیا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خلفاء جن امور کا فیصلہ کیا کرتے ہیں ہم ان امور کو دنیا میں قائم کرکے رہتے ہیں۔

وہ فرماتا ہے وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ (النور:56) یعنی وہ دین اور وہ اصول جو خلفاء دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اُسے دنیا میں قائم کرکے رہیں گے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 458 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس یہ باتیں جماعت کے ہر فرد کے دل میں راسخ ہونی چاہئیں اور یہ مربیان اور اہلِ علم کا کام ہے کہ اسے ہر ایک کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔پس اس ذمہ داری کو سمجھیں، اس بات کے پیچھے پڑ جائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات اور آپ کے فیوض لوگوں پر ظاہر کرنے ہیں۔خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات کا بار بار تذکرہ کرنا ہے، لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے ذرائع کیا ہیں؟ اور خلیفہ وقت کی ہر صورت میں اطاعت اور نظام کی فرمانبرداری کی ایک اہمیت ہے اور ہر ایک پر یہ اہمیت واضح ہونی چاہئے۔

پس جب یہ ہوگا تو دلوں کے وساوس بھی دُور ہوں گے۔اور اس طریق سے وساوس دور کرنے والوں کی تعداد، یا جن کے دلوں کے وساوس دور ہو جائیں اُن کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے گی کہ ہر فتنہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔جماعت میں ہر لحاظ سے عملی اصلاح کا ہر پہلو نظر آرہا ہوگا اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بڑا مقصد ہے۔

یاد رہنا چاہئے کہ ہمیں ختمِ نبوت اور وفاتِ مسیح کے متعلق مسائل جاننے کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت مخالفین کے جواب دینے کے لئے ہے لیکن عمل اور عرفان کو بھی اپنی جماعت میں رائج کرنے کے لئے ایک کوشش کی ضرورت ہے۔پس جتنی توجہ ہم نے باہر کے محاذ پر دینی ہے، اتنی بلکہ اُس سے بڑھ کر اندرونی محاذ پر بھی ہمیں توجہ دینی چاہئے۔ہماری روحانی پاکیزگی اور ہماری عملی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ بڑا انقلاب لانے کا باعث بنے گی، بہ نسبت اس تبلیغ کے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد یقیناً بڑا اہم ہے کہ ''اگر وہ'' یعنی علماء اور مربیان ''قلوب کی اصلاح کریں اور لوگوں کے دلوں میں عرفان اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں تو کروڑوں کروڑ لوگ احمدیت میں داخل ہونے لگ جائیں۔اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اِذَاجَآءَ نَصْرُاللّٰہِ وَالْفَتْحُ۔وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۔فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ۔(النصر:2-4) کہ اگر تبلیغ کے ذریعہ تم اپنے مذہب کی اشاعت کرو گے تو ایک ایک دو دو کر کے لوگ تمہاری طرف آئیں گے، لیکن اگر تم استغفار اور تسبیح کرو اور اپنی جماعت سے گناہ دور کردو تو پھر فوج در فوج لوگ آئیں گے اور تمہارے اندر شامل ہو جائیں گے۔''

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 460 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس وہ ہمارے عالم جو مجھے لکھتے ہیں کہ ہم غیروں کے چھکے چھڑا دیا کرتے تھے۔اس چھکے چھڑانے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا جو اپنی عملی اصلاح سے ہوگا۔اس لئے عملی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور خلافت کے نائبین بننے کی کوشش کریں۔خلیفہ وقت کے مددگاروں میں سے بننے کی کوشش کریں۔سالوں ہم صرف علمی بحثوں میں نہیں اُلجھ سکتے بلکہ اگر ہم نے جماعت کو ترقی کی طرف لے جانا ہے اور انشاء اللہ لے جانا ہے تو ہمیں کچھ اور طریق اختیار کرنے ہوں گے اور وہ جیسا کہ میں نے کہا، یہ عملی اصلاح کا (طریق) ہے۔

پس ہمیں اپنے اعمال اچھے کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دیانت اور امانت کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ہمیں اپنی آمد کے حلال ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔یہ نہیں کہ چند پیسوں کے لئے کونسل کو دھوکہ دے کر اپنی سچائی کے معیار کو داؤ پر لگا دیں اور benefit حاصل کرلیں یا روپے حاصل کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے کردیں۔ہمیں اپنے کام جو بھی ہمارے سپرد کئے جائیں، پوری تندہی اور محنت اور پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری سے کرنے کی ضرورت ہے۔اگر یہ ہوگا تو دین کے ساتھ دنیا کے میدان بھی ہم پر کھل جائیں گے۔انشاء اللہ۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ غیروں پر عمومی طور پر جماعت کا اچھا اثر ہے لیکن اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا۔

پس جہاں مربیان کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے وہاں ہر فردِ جماعت کو اپنے جائزے لے کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ سب سے بڑا ہتھیار دعا کا ہے جس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے صحیح استعمال اور اس سے صحیح فائدہ اُٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایمان میں ترقی کرو اور میں نے جو نیک اعمال بجالانے کے لئے لائحہ عمل دیا ہے اُس پر عمل کرو۔پس یہ عمل اور دعا اور دعا اور عمل ساتھ ساتھ چلیں گے تو حقیقی اصلاح ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں، جس نے آجکل ہر حقیقی مومن کو بے چین کردیا ہوا ہے اور وہ مسلمان ممالک کی قابلِ رحم حالت ہے۔آج مسلم اُمّہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ماننے والوں کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔پس یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کے لئے بہت دعا کریں۔سیریا کے حالات بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔حکومت نے بھی ظلموں کی انتہا کی ہوئی ہے اور حکومت مخالف گروپ جو ہیں انہوں نے بھی ظلم کی انتہا کی ہوئی ہے۔دونوں طرف سے ظلم ہو رہے ہیں۔کسی کا قصور ہے یا نہیں، بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو بھی ظلموں کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔جب جس کو چاہیں پکڑ کے لے جاتے ہیں، اور پھر بھوکا رکھا جاتا ہے، اذیت دی جاتی ہے۔بعض کی تصویریں دکھائی گئی ہیں اُن کو دیکھ کر تو آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ مسلمان مسلمان پر اس قدر ظلم کررہا ہے اور غیر مسلموں کو موقع دے رہا ہے کہ اسلام پر اعتراض کریں۔گزشتہ دنوں بعض چودہ پندرہ سال کے لڑکوں کے انٹرویو دکھائے جا رہے تھے، جو اپنے ماں باپ کو کھو بیٹھے ہیں یا کسی وجہ سے اُن سے علیحدہ ہوگئے، کھانے پینے کے لئے اُن کو کچھ نہیں ملتا۔اِدھر اُدھر ہاتھ مار کر گزارہ کرتے ہیں۔جب پوچھنے والے نے بارہ تیرہ سال کے لڑکے سے پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بننا چاہو گے۔تو اُس نے بڑے ہنس کر جواب دیا کہ ظاہر ہے کہ criminal بنوں گا۔ہم چور، ڈاکو، بدمعاش اور دہشتگرد بنیں گے، اس کے علاوہ ہم کیا بن سکتے ہیں تاکہ اپنے بدلے لیں۔اپنی کرسی بچانے کے لئے حکومت اور کرسی حاصل کرنے کے لئے اپوزیشن اپنی نسلوں کو برباد کر رہی ہے۔اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔اور ظالموں کے تسلط سے عوام کو بچائے اور اُنہیں انصاف پسند حکام عطا فرمائے۔

پاکستان میں بھی خاص طور پر احمدیوں پر ظلموں کی انتہا ہو رہی ہے۔ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی اذیتیں دی جارہی ہیں۔عام پاکستانی بھی ظلم کی چکّی میں پِس رہا ہے۔اور لگتا ہے کہ ان حالات کی جو شدت ہے وہ بڑھتی چلی جائے گی۔یہ دہشتگرد گروپ جو ہیں یہ بھی حکومتوں کے پیدا کردہ ہیں اور اس لئے ان پر قابو پانا بھی ان کے لئے مشکل ہے۔پس دعا ہی ہے جو ان ظالموں کو عبرت کا نشانہ بنا سکتی ہے۔بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔پاکستان سے بھی اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو ختم کرے۔اسی طرح دوسرے مسلمان ممالک ہیں، مصر ہے، لیبیا وغیرہ ہے اور دوسرے بھی۔قریباً ہر جگہ حالات خراب ہیں۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور اسلام کو بدنام کرنے کی جو ان کی مذموم کوششیں ہیں اُن سے محفوظ رکھے۔جو بھی ظلم کرنے والے ہیں اُنہیں اللہ تعالیٰ عبرت کا نشان بنائے اور اللہ تعالیٰ ان ملکوں میں رہنے والے ہر احمدی کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

بقیہ: حاصلِ مطالعہ از صفحہ 11

علامہ خالد محمود صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی میں مستقل علم غیب کا ماننا بھی شرک میں داخل ہے چاہے یہ مستقل علم غیب خدا تعالیٰ کا ہی عطا کردہ کیوں نہ مانا جائے۔

''حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جب کہتے ہیں کہ اللہ کے دینے سے بھی کوئی غیب دانی کا مالک نہیں ہوتا۔اس سے ان کی مراد ان اُمورِ غیبیہ کی نفی ہرگز نہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرّبین کو مختلف موقعوں اور ضرورتوں پر اطلاع بخشی ہے۔وہ صرف عطاء مستقل کی نفی کر رہے ہیں کہ کسی کو یہ قوت عطا ہو جائے کہ جب چاہے اور جو چاہے از خود معلوم کرلیا کرے اور ہر ہر بات کے جاننے میں وہ خدا کا محتاج نہ ہوا کرے۔کسی صفت سے حقیقی طور پر متصف ہوجانا، خواہ خدا کے دینے سے ہی ہو، اس میں آئندہ خدا سے احتیاج نہیں رہتا اور یہ ہرگز درست نہیں۔خدا تعالیٰ کی شان صمدیت کا تقاضا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کی ضرورت اور احتیاج رہے۔بے نیازی صرف اسی کی شان ہے اور کوئی بے نیاز نہیں ہے۔''

(شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی شہید بالاکوٹ۔تالیف پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی۔صفحہ 84۔شائع کردہ مکتبہ دارالمعارف اردو بازار لاہور، اشاعت چہارم 1986ء)

حاصل مطالعہ یہ ہے کہ غیر احمدی علماء احمدیہ مسلم جماعت پر اعتراض کرتے وقت اپنی اور اپنے بزرگوں کی کہی گئی باتوں اور مسلمہ عقائد کو بھی فراموش کردیتے ہیں اور ہر جائز و ناجائز حربے سے احمدیہ عقائد کو غلط ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔

خلافت احمدیہ اور عالمگیر غلبۂ اسلام

فرید احمد نوید۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

10 ہجری میں جب ایک مختصر علالت کے بعد حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ فاروق غم کے مارے بے حال ہو گئے۔ آپ نے میان سے تلوار نکال لی اور یہ اعلان کیا کہ جو یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضرت رسولِ کریمؐ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا، آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا:

''لوگو! سن لو جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمدؐ فوت ہو گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا جان لے کہ اللہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا''۔

اس کے بعد آپ نے سورۃ آل عمران کی ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ- اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ-

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ''جب میں نے یہ آیت سنی تو میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ میں زمین پر گر گیا اور سمجھ گیا کہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں''۔

حضرت رسول کریمؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے سامنے جانشینی اور خلافت کا مسئلہ آیا۔ بہت سی آراء سامنے آئیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ''یہ عمرؓ اور ابوعبیدہؓ ہیں ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔'' اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کریں گے آپ ہم میں سب سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں۔ آپ نبی اکرمؐ کو ہم سے زیادہ محبوب تھے اور یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ کا ہاتھ تھام لیا اور آپ کی بیعت کرلی۔ سب موجود لوگوں نے بھی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔ یوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کے مطابق خلافت راشدہ خوف کو امن میں بدلنے کے لئے ظاہر ہوئی۔ دین کی روشنی کو اکناف عالم تک پہنچانے کے لئے ایک روشن مینار کی صورت میں سامنے آئی۔ ہر قسم کے خوف دور ہوئے اور امت مسلمہ نے امن، سکون، اطمینان اور ترقیات کا ایک ایسا راستہ دیکھا جو خلافت راشدہ کے بعد دوبارہ نصیب نہ ہو سکا۔

تاریخ خود کو دہراتی ہے

آج بھی تاریخ خود کو دہرا رہی تھی۔ ایک مرتبہ پھر دل یہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہ تھے کہ محبوب حقیقی کے بلاوے پر ان کا محبوب انہیں چھوڑ کر جا چکا ہے۔ 26 مئی 1908ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کا یہ دن آپ کے ماننے والوں کے لئے ایک زلزلہ سے کم نہیں تھا۔ گو حضور کئی سال سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی خبروں سے اپنے احباب کو آگاہ کر رہے تھے اور 1905ء میں رسالہ الوصیت میں بڑی وضاحت سے اپنی وفات اور نظام خلافت کے قیام کی خبر دے چکے تھے لیکن جان سے پیارے وجودوں سے جدائی کا تصور کرنا محال ہوا ہی کرتا ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا تھا کہ:

''سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت کو جو تیرے پَیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا''

(الوصیت، روحانی خزائن۔ جلد نمبر 20 صفحہ 305-306)

چنانچہ یہ جدائی کا دن آیا اور ایک نہایت کٹھن دن کے طور پر طلوع ہوا۔ جیسا کہ حضرت مولوی عبدالرحیمؓ نیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے وقت لوگوں کے ہوش و حواس پر اثر تھا اور جماعت احمدیہ کو بے انتہا صدمہ تھا لیکن جو شخص اس وقت صبر و وقار سے کام لے کر جماعت کی تسکین کا باعث تھا وہ حضرت مولانا حافظ نورالدین رضی اللہ عنہ تھے'' (تاریخ احمدیت جلد نمبر 3 صفحہ 178)

جب جماعت کے سرکردہ احباب کی طرف سے آپ سے خلافت کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا:

''حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں ...... اس وقت مردوں، عورتوں، بچوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اور اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کرلو۔''

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 3 صفحہ 189)

لیکن جماعت کے اصرار پر کہ آپ ہی اس ذمہ داری کو اٹھایئے۔ آپ نے جماعت کی وحدت، دین کی سربلندی اور نبوت کے کام کو آگے جاری رکھنے کے لئے اس منصب کو قبول فرمالیا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تجلی سے آپ کو سرفراز فرمایا تو آپ ایک ایسے جری پہلوان کی طرح کھڑے ہوئے جسے اللہ تعالیٰ کے فضل کی بنا پر اپنی کامیابی پر پورا بھروسہ تھا۔ آپ نے جماعت کی امامت سنبھالی اور خلافت احمدیہ کے امین اور محافظ کے طور پر پوری جرأت اور بہادری سے اپنے فرائض ادا کئے۔

خلافت کیوں ضروری تھی

اس مضمون کو سمجھنا بہت ہی ضروری ہے کہ خلافت کی کیا اہمیت اور ضرورت تھی، اور کیوں انبیاء کے بعد اس نظام کا قائم ہونا ضروری ہوا کرتا ہے کیونکہ اسی مضمون کو درست طور پر نہ سمجھنے کے سبب بہت سے لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اس بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔ ...... اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اعلیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔''

(شہادت القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

یہ وہ اصولی ہدایت تھی جسے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کے موقعہ پر تمام جماعت نے سمجھا، بالاتفاق تسلیم بھی کیا اور یکجان ہو کر خلافت اولیٰ کے فرمانبرداروں میں شامل ہو گئے۔ یہ ایک حیرت انگیز امر ہے کہ وہ لوگ بھی جو بعد میں خلافت کی ضرورت کے انکاری ہو گئے اس موقع پر انہوں نے بھی آپ کی خلافت کو نہ صرف قبول کیا بلکہ چھ سال تک اپنی گردنیں اس آسمانی نظام کے سامنے جھکائے رکھیں۔ اور یہی وہ بنیادی دلیل تھی جسے بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ نے منکرین خلافت کے سامنے بارہا پیش کیا لیکن کوئی اس بارے میں جواب نہ دے سکا۔ خلافت احمدیہ کو قبول کرنا اور اس کی ضرورت کو تسلیم کرنا وہ پہلا اجماع تھا جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جماعت نے یکجان ہو کر کیا اور جسے اللہ تعالیٰ نے بھی ایسی قبولیت دی کہ آج 105 سال بعد ہم جانتے ہیں کہ خلافت کے بغیر جماعت کی کوئی اہمیت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے اس اصول کو مان کر پھر اس کا انکار کر دیا، اس پیوند وفا کو جوڑ کر کاٹ دیا، آج دنیا میں ان کی کوئی بھی عزت و تکریم اور اہمیت باقی نہیں رہی۔ خلافت کا انکار کر کے انجمن کو بالا دست قرار دینے والے لوگ جب ٹوٹ کر اس آسمانی نظام سے الگ ہوئے تو بکھر کر رہ گئے۔ نہ دنیا نے انہیں تسلیم کیا اور نہ خود وہ اپنی نظروں میں ہی معتبر رہے۔

چنانچہ ان کے اخبار ''پیغام صلح'' (9 مئی 1973ء) نے اپنے اداریہ میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کیا:

''ہماری اس جماعت احمدیہ لاہور کا وجود پاکستان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔''

اس اخبار نے دوبارہ 25 مئی 1977ء کے ادارتی نوٹ میں انجمن اشاعت اسلام لاہور کی حالت زار کا نقشہ درج ذیل الفاظ میں کھینچا۔

''ہمیں اپنے ہر شعبۂ زندگی میں یہی نظر آتا ہے کہ ہم نے دین کو دنیا پر نہیں، دنیا کو دین پر مقدم رکھا ہے ...... مامورِ وقت نے اپنے نور بصیرت سے انجمن اراکین کی نسبت اسی لئے فرمایا تھا کہ جب انجمن کے اراکین یہ دیکھیں کہ اس کے کسی رکن کے دل میں دنیا کی ملونی ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ اسے نکال دے کیونکہ ایسا شخص دنیا کا ذلیل ترین کیڑا ہوتا ہے جو اندر ہی اندر جماعت کو کھوکھلا کر دیتا ہے ...... ہمارے سارے مسائل اور الجھنوں کی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے اس راستہ سے بھٹک گئے ہیں جس پر حضرت مسیح موعودؑ ہمیں ڈال گئے۔ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو پس پشت ڈال کر اپنے لئے نئے راستے تلاش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ بیرونی سیاست گری نے ہمارے معاملات میں مداخلت شروع کر دی ہے ہم سب کچھ اپنی آنکھ کے سامنے ہوتا دیکھ کر بھی اسے روکنے کی جرأت سے محروم ہیں جو مصلحتیں پہلے بگاڑ پیدا کر چکی ہیں وہ اب بھی ہمارے مدّنظر ہیں ہم شرافت کے پردے میں بزدلی کا شکار ہیں۔ قول سدید سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ اگر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے اس عہد کی طرف ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' واپس لوٹنا ہوگا اور آپ کی وصیت کو سینے سے لگا کر دنیا کی ملونی کو باہر نکال پھینکنا ہوگا۔''

(پیغام صلح لاہور 18/25 مئی 1977ء صفحہ 4، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر 19 صفحہ 204)

1983ء میں ایک غیر مبائع خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب ممبر مجلس معتمدین سیکرٹری جماعت راولپنڈی نے ایک ٹریکٹ میں اپنے امیر کی خفیہ پالیسی پر زبردست تنقید کرتے ہوئے لکھا۔

''ہم علمی سطح پہ دوسری جماعتوں سے مار کھا چکے ہیں ہمارے ہاں علمائے دین کا فقدان ہے، اہل قلم ناپید ہیں۔ فصاحت و بلاغت اور حسن خطاب کی رمق تک باقی نہیں رہی۔ زمانہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور نئے سے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں ان پر بولنے والا اور لکھنے والا ہمارے ہاں کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ وہی آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے کی باتیں بے ڈھنگے پن سے بار بار بیان کی جاتی ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ ہم نے قلعے سر کر لئے ہیں۔ پھر انفرادی اور اجتماعی صورت میں جماعت کی عملی حالت ہمارے تنزل اور انحطاط کی دہائی دے رہی ہے۔''

(مجلس معتمدین سے جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے خطاب پر ایک نظر'' صفحہ 11 و 13 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر 19 صفحہ 205)

صاف نظر آتا ہے کہ وہ مامور جس نے اس دَور میں اسلام کی عالمگیر فتوحات لے کر آنا تھا یہ لوگ اس کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ تو کرتے رہے لیکن خلافت احمدیہ سے تعلق توڑ کر درحقیقت یہ اس آسمانی سلسلہ سے تعلق توڑ چکے جس کے ساتھ فتوحات اور ترقیات کے وعدے کئے گئے تھے۔

عالمی ترقیات اور فتوحات کے وعدے

اگر ہم حضور علیہ السلام کی تحریرات دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیغام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا ذمہ لیا تھا اور آج خلافت احمدیہ کے ذریعہ سے یہ وعدے پورے بھی ہوتے چلے جا رہے ہیں اور زمانے بھر کی دشمنی اور مخالفت کے باوجود یہ پیغام پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر یہ علماء موجود نہ ہوتے تو اب تک تمام باشندے اس ملک کے جو مسلمان کہلاتے ہیں مجھے قبول کر لیتے۔ پس تمام منکروں کا گناہ ان لوگوں کی گردن پر ہے۔ یہ لوگ راستبازی کے محل میں نہ آپ داخل ہوتے ہیں نہ کم فہم لوگوں کو داخل ہونے دیتے ہیں۔ کیا کیا مکر ہیں جو کر رہے ہیں اور کیا کیا منصوبے ہیں جو اندر ہی اندر اُن کے گھروں میں ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وہ خدا پر غالب آجائیں گے؟ اور کیا وہ اُس قادر مطلق کے ارادہ کو روک دیں گے جو تمام نبیوں کی زبانی ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ اس ملک کے شریر، امیروں اور بدقسمت دولتمند دنیا داروں پر بھروسا رکھتے ہیں مگر خدا کی نظر میں وہ کیا ہیں؟ صرف ایک مرے ہوئے کیڑے۔

اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

یہ غلبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جا رہا ہے اور خلافت احمدیہ کے زیر سایہ جماعت احمدیہ ملک ملک میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا کر ان کے دلوں کو فتح کرتی چلی جا رہی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ منکرین

خلافت کا انحطاط اس بدقسمت سوچ کا نتیجہ تھا کہ وہ خلافت کی آسمانی ڈھال کے بغیر بھی اپنے معرکوں میں کامیاب و کامران ہوسکتے ہیں۔ وہ برکات خلافت کی رداء اوڑھے بغیر بھی دشمن کے حملوں کو روک سکتے ہیں۔ وہ خلیفہ وقت کی راہنمائی کے بغیر بھی راستہ تلاش کر سکتے ہیں۔ لیکن وقت نے بتادیا کہ وہ غلطی پر تھے اور اب دین کی سربلندی اور عالمگیر ترقی خلافت احمدیہ کے ساتھ ہی وابستہ کی جا چکی ہے۔

گو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی حیات میں ہی بعض بدقسمت ذہن باوجود آپ کی بیعت کرنے کے اس نہج پر چل پڑے تھے لیکن حضور نے بڑی شوکت کے ساتھ ایسی ہر سوچ کو کچل کر رکھ دیا۔ اور یہ سمجھا دیا کہ اگر تم نے بیعت کرلی ہے تو پھر اس کے تقاضے بھی پورے کرنا ہوں گے۔

اپنی پہلی تقریر میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اگر تم میری بیعت کرنا ہی چاہتے ہو تو سن لو بیعت بِک جانے کا نام ہے‘‘۔

نیز بعد ازاں ایک موقعہ پر فرمایا:

’’کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھانا یا جنازہ یا نکاح پڑھا دینا اور یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک مُلّا بھی کرسکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور مَیں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہی ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور جس میں خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی اِنحراف نہ کیا جائے‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 3 صفحہ 262)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 مئی 2003ء کو احباب جماعت کے نام ایک خصوصی پیغام میں فرمایا:

’’قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو اسلام کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لئے ایک ڈھال ہے‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 23 تا 30 مئی 2003ء۔ صفحہ 1)

خلیفہ خدا بناتا ہے

قرآن کریم کی واضح تصریح کے مطابق خلافت کی نعمت عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے اور خلیفہ بنانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جیسے نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے ویسے ہی خلافت بھی اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔ گو اس کے لئے بسا اوقات وہ بندوں کی کوششوں اور حالتوں کو بھی دیکھتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو، جو اس نے ان کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں‘‘۔ (سورۃ النور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’صوفیاء نے لکھا کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا ازسرِنو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 524.525)

اسی مضمون کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس طرح بیان فرمایا:

’’خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدمؑ کو خلیفہ بنایا۔ کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرۃ:31) اس خلافت آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ حضور وہ مُفْسِد فِی الارض مُسْفِکُ الدم ہے۔ مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآنِ مجید پڑھ لو کہ آخر انہیں آدمؑ کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو مَیں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اور اگر وہ اِباء کو اور اِستکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کی طرف لے آئے گی اور اگر ابلیس ہے تو وہ اس دربار سے نکل جائے گا۔‘‘

(تقریر 16-17 جون بمقام احمدیہ بلڈنگ لاہور از ماہنامہ انصار اللہ خلیفۃ المسیح الاول نمبر ص 13)

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اسی مضمون کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’خوب یاد رکھو کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور جھوٹا ہے وہ انسان جو یہ کہتا ہے کہ خلیفہ انسانوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے ...... اور درحقیقت قرآن شریف کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ بھی خلافت کی نسبت انسانوں کی طرف نہیں کی گئی بلکہ ہر قسم کے خلفاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ انہیں ہم بناتے ہیں ...... اب کون ہے جو مجھے خلافت سے معزول کرسکے۔ خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے اِنتخاب میں غلطی نہیں کرتا۔ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہوسکتی اور اگر سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آسکتا۔ جیسے نبی اکیلا بھی نبی ہوتا ہے اِسی طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلہ کو قبول کرے۔‘‘

(کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 11-18)

خلافت احمدیہ دائمی ہے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔‘‘

(الوصیت روحانی خزائن۔ جلد نمبر 20 صفحہ 305-306)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام پر پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے فرمائے ہیں‘‘۔

(الفضل 28؍جون 1982ء)

ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد سلسلۂ خلافت کو ہمیشہ کے لئے قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔......

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی۔ جب یہ دور ختم ہوگا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ اور یہ فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔

اور یہ جو دوبارہ قائم ہونی تھی یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی قائم ہونی تھی۔ پس یہ خاموش ہونا بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جو سلسلۂ خلافت شروع ہونا ہے یا ہونا تھا، دائمی ہے اور یہ الٰہی تقدیر ہے اور الٰہی تقدیر کو بدلنے پر کوئی فتنہ پرداز بلکہ کوئی شخص بھی قدرت نہیں رکھتا۔ یہ قدرت ثانیہ یا خلافت کا نظام اب انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہنا ہے اور اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے زمانہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ وہ 30 سال تھی تو وہ 30 سالہ دور آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق تھا اور یہ دائمی دور بھی آپؐ ہی کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27؍مئی 2005ء۔ الفضل انٹرنیشنل 10 تا 16 جون 2005ء)

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے

آج کی اس مادہ پرست دنیا میں ایسے تعلقات بہت کم میسر آتے ہیں جو سچے جذبوں پر مشتمل ہوں، جہاں خلوص کی قیمت ہر ایک چیز سے زیادہ ہو۔ جہاں ایسی بےلوث اور بےغرض محبت میسر ہو جیسی ایک ماں اپنے بچے سے کرتی ہے۔ لیکن خلافت احمدیہ کی بدولت ہم اپنی زندگی میں ایک ایسا وجود ہمیشہ پاتے ہیں جو ہمارے لئے کڑی دھوپ میں ایک شجر سایہ دار کی طرح ہوتا ہے۔ ہر مشکل، پریشانی، مصیبت اور ابتلاء کے وقت ہمیں سنبھالتا اور سہارا دیتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے، کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں! لیکن نہیں!! ایک بہت بڑا فرق بھی ہے!!! اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر اُن کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے‘‘

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد دوم، صفحہ 158)

اور معاملہ صرف ذاتی محبت اور سہارے کا ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اب اسلام کی ہر ایک ترقی اور دین کی حقیقی خدمت صرف خلافت کے زیرِ سایہ رہ کر ہی کی جاسکتی ہے۔ کوئی لاکھ دین کی خدمت اور حمایت کا دعویٰ کرے یہ ایک اٹل تقدیر ہے کہ خلافت کی طاقت کے بغیر مسلمانوں کی کوئی بھی اہمیت اور طاقت باقی نہیں رہتی۔ یہ وہ آخری فیصلہ ہے جسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں مسلمانوں کی قسمت کا آخری فیصلہ کیا گیا ہے اور ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ خلافت کے قائل رہے اور اس غرض کے لئے مناسب کوشش اور جدوجہد بھی کرتے رہے تو جس طرح پہلی قوموں میں خدا تعالیٰ نے خلافت قائم کی ہے اسی طرح ان کے اندر بھی خدا تعالیٰ خلافت کو قائم کردے گا اور خلافت کے ذریعہ سے ان کو ان کے دین پر قائم فرمائے گا جو خدا نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور اس دین کی جڑیں مضبوط کردے گا اور خوف کے بعد امن کی حالت ان پر لے آئے گا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ششم، تفسیر سورۃ النور، صفحہ 367)

پس اس نعمت کی ہم میں سے ہر ایک کو بہت قدر کرنی چاہئے۔ اس الٰہی نظام کے ساتھ اپنے تعلق کو ہمیشہ مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جانا چاہئے۔ کیونکہ اسلام کی ترقیات کا جو راستہ اور ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اس کو اختیار کئے بغیر ہم کبھی بھی کامیابی اور کامرانی حاصل نہیں کرسکتے۔ یہ وہ سب سے اہم اور انتہائی ضروری امر ہے جس پر ہمیشہ ہماری نظر رہنی چاہئے اور یہ وہ سب سے قیمتی سرمایہ ہے جسے ہمیشہ نسلاً بعد نسل ہمیں اپنے سینوں سے لگا کر اس کی حفاظت کرتے چلے جانا ہے۔ بلکہ اسلام کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے حضرت سعدؓ بن ربیع الانصاری کی طرح اپنی نسلوں اور اپنی قوموں کو بھی یہ پیغام دے کر جانا ہے کہ جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اپنے عہدوں کی حفاظت کی پس ہماری موت کے بعد تم اس ذمہ داری کو اٹھانا اور اس میں کوئی کمزوری یا کوتاہی نہ دکھانا۔ خلافت احمدیہ کے جانثار بن کر ہمیں بھی وفاداری اور بہادری کے ویسے ہی نظارے دنیا کے سامنے پیش کرنے ہیں جیسے حضرت مصعبؓ بن عمیر نے جنگ اُحد میں دکھائے تھے۔ ان کے ہاتھ میں مسلمانوں کا علَم تھا۔ ایک دشمن نے حملہ کرکے ان کا وہ ہاتھ کاٹ دیا جس سے وہ علَم سنبھال رہے تھے۔ حضرت مصعبؓ نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کی پرواہ کئے بغیر جھنڈا دوسرے ہاتھ سے تھام لیا۔ دشمن نے پھر حملہ کیا اور ان کا دوسرا بازو بھی کٹ گیا۔ اب کی بار حضرت مصعبؓ نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کی مدد سے جھنڈے کو اپنے سینے سے سہارا دیا اور اس وقت تک تھامے رکھا جب تک ایک اور مسلمان سپاہی نے اسے نہ سنبھال لیا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر شہید ہوگئے لیکن اس عہد کو توڑنا گوارا نہ کیا جو

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کیا تھا۔آخری سانس تک انہوں نے حبل اللہ اور عہد بیعت کے کڑے کو مضبوطی سے تھامے رکھا ۔آج ہمارے ہاتھوں میں بھی خلافت احمدیہ سے وفا اور عہد بیعت کا کڑا ہے۔ یہ کڑا تو تا قیامت قائم رہنے والا ہے اور کبھی بھی نہیں ٹوٹے گا لیکن ہمیں اپنا جائزہ ضرور لینا چاہیئے تا کہ ہم اس نعمت کی قدر کرنے والے اور ہمیشہ اس کے اہل قرار پاتے چلے جائیں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے احمدیوں پر کہ نہ صرف ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے کی توفیق ملی بلکہ اس زمانے میں مسیح موعودؑ اور مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بھی اس نے عطا فرمائی جس میں ایک نظام قائم ہے،ایک نظام خلافت قائم ہے،ایک مضبوط کڑا آپ کے ہاتھ میں ہے جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔لیکن یادرکھیں کہ یہ کڑا تو ٹوٹنے والا نہیں لیکن اگر آپ نے اپنے ہاتھ اگر ذرا ڈھیلے کئے تو آپ کے ٹوٹنے کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے۔اس لئے اس حکم کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور نظام جماعت سے ہمیشہ چمٹے رہو۔کیونکہ اب اس کے بغیر آپ کی بقاء نہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 1۔صفحہ 256.257 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 22 اگست 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔

☆☆☆☆

حاصل مطالعہ

انصر رضا،مبلغ سلسلہ،احمدیہ مسلم جماعت،کینیڈا

شرک کی حقیقت

احمدیہ مسلم جماعت بنی نوع انسان میں سے کسی ایک خاص انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص صفات سے متصف ماننے کو شرک قرار دیتی ہے،جیسا کہ بعض غیر احمدی مسلمان علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مُردوں کو زندہ کرنے والا، پرندوں کو تخلیق کر کے ان میں روح پھونکنے والا اور لوگوں کو ان کے گھروں میں کھایا پکایا بتانے والا سمجھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’کاش یہ لوگ ایک منٹ کے لئے اپنے تعصّبوں سے خالی ہو کر ذرا سوچتے کہ **شرک کیا چیز ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے** اور اس کی مبادی اور مقدمات کیا ہیں۔تا ان پر جلد کھل جاتا کہ **خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اقوال و افعال یا اس کے استحقاق معبودیت میں کسی دوسرے کو شریکانہ دخل دینا گو مساوی طور پر یا کچھ کم درجہ پر ہو یہی شرک ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا۔اور اس کے مقدمات جن سے یہ پیدا ہوتا ہے یہ ہیں کہ کسی بشر میں کوئی ایسی خصوصیت اس کی ذات یا صفات یا افعال کے متعلق قائم کردی جاوے جو اس کے بنی نوع میں ہرگز نہ پائی جائے نہ بطور ظلّ اور نہ بطور اصل۔**

اب اگر ہم ایک خاص فرد انسان کے لئے یہ تجویز کرلیں کہ گویا وہ اپنی فطرت یا لوازم حیات میں تمام بنی نوع انسان سے متفرد اور مستثنٰی اور بشریت کے عام خواص سے کوئی ایسی زائد خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے جس میں کسی دوسرے کو کچھ حصہ نہیں تو ہم اس بیجا اعتقاد سے ایک تو وہ شرک کا اسلام کی راہ میں رکھ دیں گے۔

قرآنِ کریم کی صاف تعلیم یہ ہے کہ وہ خداوند وحید و حمید جو بالذات توحید کو چاہتا ہے اس نے اپنی مخلوق کو متشارک الصفات رکھا ہے اور بعض کو بعض کا مثیل اور شبیہہ قرار دیا ہے تا کسی فرد خاص کی کوئی خصوصیت جو ذات وافعال واقوال اور صفات کے متعلق ہے اس دھوکہ میں نہ ڈالے کہ وہ فرد خاص اپنے بنی نوع سے بڑھ کر ایک ایسی خاصیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص نہ اصلاً و نہ ظلًّا اس کا شریک نہیں اور خدا تعالیٰ کی طرح کسی اپنی صفت میں واحد لا شریک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ اخلاص اسی بھید کو بیان کررہی ہے کہ احدیّت ذات و صفات خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔دیکھو اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔اور جب کہ واقعی یہی بات ہے کہ مخلوق کی شناخت کی بڑی علامت یہی ہے کہ بعض بعض سے مشارکت و مشابہت رکھتے ہیں اور کوئی فرد کوئی ایسی ذاتی خاصیت اور خصوصیت نہیں رکھتا جو دوسرے کسی فرد کو اس سے حصہ نہ ہو خواہ اَصلاً یا ظِلًّا تو پھر اگر اس صورت میں ہم کوئی ایسا فرد افراد بشریہ سے تسلیم کرلیں جو اپنی بعض صفات یا افعال میں دوسروں سے بکلی ممتاز اور لوازم بشریت سے بڑھ کر ہے اور خدا تعالیٰ کی طرح اپنے اس فعل یا صفت میں یگانگت رکھتا ہے تو گویا ہم نے خدا تعالیٰ کی صفت وحدانیت میں ایک شریک قرار دیا۔یہ ایک دقیق راز ہے اس کو خوب سوچو‘‘۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔روحانی خزائن جلد 5 صفحہ :44,45)

ممتاز دیوبندی عالم سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحب، جو علی میاں کے نام سے بھی مشہور ہیں، اپنی کتاب ’’تاریخِ دعوت وعزیمت‘‘ کے حصہ پنجم میں شرک کی حقیقت کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا یہی نظریہ انہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

’’شاہ صاحبؒ اپنی بے نظیر کتاب ’’الفوز الکبیر فی اصول التفسیر‘‘ میں لکھتے ہیں:’’مشرکین بھی جواہر (اجسام) اور عظیم الشان امور کے پیدا کرنے میں کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک نہیں جانتے تھے۔ان کا اعتقاد تھا کہ جب خدا تعالیٰ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو کسی میں اس کے روکنے کی قدرت نہیں ہے۔ان کا شرک فقط ایسے امور کی نسبت تھا جو کہ بعض بندوں کے ساتھ مخصوص تھے......۔نیز ’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ میں لکھتے ہیں ’شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی ایسے شخص کے بارے میں جو قابلِ تعظیم سمجھا جاتا ہے، یہ عقیدہ رکھے کہ اس سے جو غیر معمولی افعال و واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، وہ اس بناء پر ہیں کہ وہ شخص صفات کمال میں سے کسی ایسی صفت کے ساتھ متّصف ہے جس کا مشاہدہ نوع انسانی کے افراد میں نہیں ہوا، وہ صفت واجب الوجود جلّ مجدہٗ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔‘‘

(تاریخ دعوت وعزیمت جلد پنجم صفحہ 158-157۔ازمولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی۔ناشر مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام۔لکھنؤ،تاریخ اشاعت جمادی الاولیٰ 1427ھ۔جولائی 2006ء)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ کسی انسان میں کسی ایسی صفت کے ہونے کا عقیدہ رکھنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہو اور اُس انسان کے علاوہ کسی دوسرے انسان میں نہ پائی جاتی ہو،حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک شرک ہے اور سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحب اپنی کتاب ’’تاریخ دعوت وعزیمت‘‘ میں اسے بیان کرکے اس کی تائید کررہے ہیں۔لیکن اس کے باوجود یہ علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان صفات سے متصف ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں،اور اس طرح اپنے ہی مسلّمہ عقائد کی نفی کرتے ہیں۔

اِس کے ساتھ ساتھ اُس زمانہ سے، جب سے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مندرجہ بالا عقیدہ پیش کیا ہے،آج تک غیر احمدی مخالف علماء احمدیہ مسلم جماعت کے خلاف یہ پراپیگنڈا کرتے اور عوام کو باور کراتے آئے ہیں کہ احمدیہ مسلم جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے احیاءِ موتیٰ،خلق طیر اور علم غیب کی صفات کا انکار کر کے اُن کی توہین کی مرتکب ہوتی ہے۔حالانکہ خود یہ علماء اس بات کو وضاحت سے پیش کرتے آرہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص صفات کسی ایک انسان میں ماننا اور دیگر بنی نوع کو ان صفات کا حامل نہ یقین کرنا شرک ہے اور اس انسان کی توہین نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہی کے خانوادہ کے ایک اور بزرگ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ’’تقویۃ الایمان‘‘ اور ’’صراط مستقیم‘‘، جیسی کتابیں لکھ کر شرک اور بدعت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں توحید وسنّت کے چراغ روشن کئے۔حسبِ عادت ان کے مخالفین نے بھی ان پر توہینِ انبیاء واولیاء کا الزام لگادیا۔حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے عقائد کی وضاحت اور ان پر لگائے گئے توہینِ انبیاء و اولیاء کے الزام کو غلط ثابت کرتے ہوئے علامہ خالد محمود صاحب لکھتے ہیں کہ توحیدِ خالص کا بیان اور کسی نبی میں اللہ تعالیٰ سے مخصوص صفات کے ہونے کا انکار کرنا اُس نبی کی توہین نہیں ہے۔

’’توحید خالص کے بیان اور شرک کی مذمت کو انبیاء و اولیاء کی توہین سمجھنے لگ جانا ایک بڑی غلطی اور حماقت ہے۔مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے اور شریک نہیں تو نادان عیسائی اسے حضرت عیسیٰ کی توہین سمجھنے لگ جاتے ہیں۔‘‘

(شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی شہید بالاکوٹ۔تالیف پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی۔صفحہ 62۔شائع کردہ مکتبہ دارالمعارف اردو بازار لاہور،اشاعت چہارم 1986ء)

’’جو لوگ اسلام کے عقیدۂ توحید میں ترمیم کررہے تھے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا بیان توحید ان پر ضرب کاری تھا۔انتقامی جذبے کے ساتھ انہوں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف یہ کارروائی کی کہ ان کے بیان توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کہنا شروع کردیا حالانکہ اللہ عزّ وجل کی توحید میں انبیاء ومرسلین کی ہرگز توہین نہ تھی۔اسلام کے عقیدۂ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے ٹکرانے کی بدعت مولانا شہیدؒ کے نادان مخالفوں کی ایجاد ہے۔‘‘

(شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی شہید بالاکوٹ۔تالیف پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی صفحہ 92۔شائع کردہ مکتبہ دارالمعارف اردو بازار لاہور،اشاعت چہارم 1986ء)

باقی صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمائیں

حبل تھامے رہو یقین کے ساتھ

ہیں نکلتے دعا کے بین کے ساتھ — وہ جو پلتے ہیں آستین کے ساتھ
تُو تو باطن کا بھی علیم و خبیر — خود نمٹ تُو منافقین کے ساتھ
اس کے دشمن کا خود ہی مولا مُہین — اور ہے اس کے ہر مُعین کے ساتھ
ہے عطا سورۂ فلق جس کی — خود نمٹتا ہے حاسدین کے ساتھ
یہ اطاعت ہے آخرین کی شان — جو ملاتی ہے اوّلین کے ساتھ
ڈھال کے پیچھے ہی ہے اپنی پناہ — حبل تھامے رہو یقین کے ساتھ
ہم کو حاصل ہے رہبری اُس کی — نُور ہے جس مہِ مبین کے ساتھ
خاک رشتہ بنے فلک سے اگر — دل کو رغبت رہے زمین کے ساتھ
جن میں مخفی ہوں خواہشاتِ نفس — کیوں ملاتے ہو اُن کو دِین کے ساتھ
ہو عطا جس کو مومنانہ نظر — آگ دیکھے گا حاسدین کے ساتھ
کیوں نہ ہر خوف امن میں بدلے — تیرا وعدہ ہے مومنین کے ساتھ
جس میں دنیا کی نہ ملونی ہو — ہم کو موت آئے ایسے دِین کے ساتھ
کُوئے جاناں میں بار بار آؤ — عشق کرتے رہو حَسین کے ساتھ
سایہ کرتا ہے گنبدِ خضریٰ — مسجدِ فضل کے مکین کے ساتھ

فاروق محمود (لندن)

تعارف کتب

خصوصی کمیٹی میں کیا گزری؟

تعارف: محمود احمد ملک

نام کتاب: ''خصوصی کمیٹی میں کیا گزری؟''

زبان: اردو

مصنف: مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

زندہ قوموں کی تاریخ میں ایسے ادوار آتے رہتے ہیں جب انہیں اپنی اور اپنے نظریات کی بقا اور حفاظت کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر قربانیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ شائد یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ کسی قوم کی زندگی کے لئے اُس کے افراد کا ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا اور مادی قربانیاں پیش کرتے ہوئے اپنے اعلیٰ مقصدِ حیات اور مطمحِ نظر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فخر و شکر کا اظہار کرنا ایک نہایت قابلِ تحسین امر ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ایک ایسی زندہ اور زندگی بخش حقیقت ہے جو اپنی سوا سو سالہ تاریخ میں شدید مخالفتوں اور ابتلاؤں کا شکار ہوئی لیکن اس کا قدم ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا گیا اور کسی معاند کا شر جماعت احمدیہ کے راستہ کی رکاوٹ نہیں بن سکا۔ اگرچہ شریروں کی شرارتوں سے انفرادی یا اجتماعی طور پر بے شمار احمدیوں کو ابتلا پیش آئے اور معصوم احمدیوں کو مشقِ ستم بنایا گیا۔ اگرچہ اِن مظالم کے نتیجہ میں بھی بظاہر وقتی طور پر ترقی کا قدم دھیما ہوتا ہوا نظر تو آیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سکوت صرف اس لئے تھا کہ ایک بڑی جست کے لئے قوت مجتمع کی جائے۔ چنانچہ ہر ایسے ابتلا کے بعد عالمگیر جماعت احمدیہ فتوحات کی ایسی عظیم الشان راہوں پر قدم مارتی ہوئی نظر آئی جن کا تصور بھی اس ابتلا سے پہلے نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ نظارہ احمدیوں نے بارہا دیکھا کہ خلوصِ دل اور پُرعزم حوصلوں کے ساتھ علاقائی اور قومی سطح پر دی جانے والی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت عطا فرما کر عالمگیر سطح پر ایسی شاندار ترقیات سے نوازا جس نے مومنین کے ایمانوں کو مزید مضبوط کیا۔

پس کسی احمدی کا قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے کیونکہ یہ قربانی احمدیت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے علاوہ اسے شاندار ترقیات اور غیر معمولی فتوحات کے راستہ پر رواں دواں رکھنے کے لئے بھی مہمیز کا کام کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف مخالفین کے ظالمانہ اقدامات اپنی انتہائی سفا کی تک پہنچنے کے باوجود بھی اُنہیں حسرت و یاس کے علاوہ کچھ عطا نہیں کرتے۔ بلکہ معاندین تو اپنی قلبی عداوت اور شقاوت میں سب کچھ بھی کر گزریں تو بھی اُن کا اندرونی حسد اور تعصب کا دوزخ اُن کو مجبور کرتا چلا جاتا ہے کہ وہ اس آگ کو مزید بھڑکائیں اور ھَلْ مِنْ مَزِیْد کے نعرے لگاتے ہوئے اپنی ناکامیوں اور نامرادیوں کی لکیر پیٹنے کے ساتھ اپنی نام نہاد فتح کا ڈنکا بجانے کے لئے کذب و افتراء کی ایک ایسی عمارت تعمیر کریں جس کی بیرونی دیوار کی ہر اینٹ ابوجہل کی وحشت و جہالت سے مستعار لی گئی ہو اور اُس عمارت کا اندرونہ ابولہب کی بھڑکائی ہوئی اُس آگ کی طرح ہو جو آخرکار بھڑکانے والے کو ہی جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ لیکن یہ بھی امرِ واقعہ ہے کہ دشمن کی یہی آتشِ حسرت و یاس دوسری طرف ابراہیمی طیور کے لئے ایک ایسی بہشت بن کر گُل و گلزار کا ساسماں پیدا کر دیتی ہے جو مومنین کے لئے دنیا و آخرت میں امن و سکون کی ضمانت بن جاتی ہے۔

معاندین احمدیت نے بار بار اپنا نشتر معصوم احمدیوں پر آزمایا اور اپنی سی انتہائی کوشش کرنے کے باوجود بھی اپنی نامرادیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے بدنصیب دل پر احمدیت کی کامیابیوں کے رعب کو بھی محسوس کیا۔ لیکن پھر عیار شعبدہ بازوں کی سی قبیح حرکات کرتے ہوئے اپنی اندوہناک شکست کو فتح کا لبادہ پہنانے کے لئے میدان میں اتر آئے اور اپنی زبان و قلم سے جھوٹے دعووں کے انبار پر انبار لگاتے رہے۔ اپنے شکست خوردہ رہنماؤں کو ایسے القابات سے نوازتے رہے گویا وہ احمدیت کے خلاف ایسی تلوار ثابت ہوئے جس نے احمدیت کو صفحۂ ہستی سے گویا نابود ہی کر دیا۔ ایسے شرمناک دعوے کرنے والے نہیں جانتے کہ اُن کا مقابلہ ''سلطان القلم'' کے ایسے غلاموں سے ہے جو اپنے دشمن کی ہر مکارانہ چال کو نہ صرف اچھی طرح پہچانتے ہیں بلکہ اپنے امام کی اقتداء میں زبان و قلم کے ہر محاذ پر کذب و افتراء کی ملمّع کاریوں کے دانت کھٹے کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ 'سلطان القلم' کے غلاموں میں آج ایسے کئی سلطان ہیں جن کی زبان اور قلم سے بہتا ہوا سچائی کا دریا دشمن کی کذب و افتراء کی سیاہی کو اپنے ساتھ بہا لئے جاتا ہے۔

سردست ایک ایسی کتاب ہمارے پیشِ نظر ہے جسے مرتب کرنے والے محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب کی غیر معمولی کاوشیں اُن کے لئے بےشمار دعاؤں اور محبتوں کے تحفے لارہی ہیں۔ یہ اہم کتاب اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ کے ایک ایسے سیاہ باب سے پردہ اٹھاتی ہے جو افسوسناک ہے اور شرمناک بھی۔ اس کتاب میں اُس دوسری آئینی ترمیم کا پس منظر بیان کرنے کے بعد اس ترمیم کے اُن بداثرات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں لاکھوں کلمہ گو پاکستانی احمدی اپنے ہی وطن میں، بیک جنبشِ قلم، دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیئے گئے۔

''خصوصی کمیٹی میں کیا گزری!'' نامی اس کتاب میں دوسری آئینی ترمیم کے حوالہ سے اٹھائے جانے والے ظالمانہ اقدامات کے پس پردہ اُن عوامل کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے جن کا لبادہ اوڑھ کر شاطر دشمن اپنے وطن کے معصوم عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں چالیس سال سے مصروف ہے۔ اس کتاب میں پاکستان قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی اُس ''خصوصی کارروائی'' کی حقیقت پیش کی گئی ہے جس کا سہارا لے کر نام نہاد علماء گزشتہ چالیس سال سے احمدیت کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے وہ فلک شگاف نعرے لگا رہے ہیں جن کا سچائی سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب کو معاملات کو گہرائی میں جاکر سمجھنے کا خوب سلیقہ ہے اور آپ جسمانی بیماریوں کے علاوہ معاشرتی اور اخلاقی بیماریوں کی تشخیص کا ملکہ بھی رکھتے ہیں۔ بیماری کے پیشِ نظر اگر نشتر بھی چلانا پڑے تو بھی ہمدردی کا پہلو آپ کے سامنے رہتا ہے۔ حالات و واقعات خواہ کیسے ہی قلمبند کئے جا رہے ہوں، آپ کا قلم کبھی بھی بے قابو ہوکر تعصّب کا زہر نہیں اُگلتا۔ چنانچہ آپ کی بہت سی دیگر تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی فہیمانہ تحریر کا ایک خوبصورت نمونہ ہے اور اس قابل ہے کہ اسے نہ صرف خود پڑھا جائے بلکہ ایسے شریف النفس دوستوں کو بھی برائے مطالعہ دی جائے جو آئینِ پاکستان میں 1974ء میں کی جانے والی ایک اہم ترین ترمیم کا تجزیہ کرنے کا شوق (تاریخی حقائق کے حوالہ سے) رکھتے ہوں۔

اس کتاب کی اہمیت ہم احمدیوں کے لئے تو یوں بھی ہے کہ چالیس سال سے ہم معاندین کی وہ لغویات سنتے چلے آرہے تھے جو سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات کے علاوہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ دوسری طرف ہمارے پاس کوئی ایسی دستاویز بھی نہیں تھی کہ خصوصی کمیٹی میں ہونے والی کارروائی کی حقیقت ہم جان سکتے۔ اس کتاب کی اشاعت نے اِس کمی کو نہایت خوش اسلوبی سے دُور کر دیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت اس وقت ممکن ہوئی جب پاکستان قومی اسمبلی کی سپیکر محترمہ فہمیدہ مرزا کی زیرِ ہدایت قومی اسمبلی کی اُس کارروائی سے پردۂ اخفا اٹھا لیا گیا اور پابندی ختم کر دی گئی جس پر چار دہائیاں قبل (مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے) پابندی عائد کی گئی تھی۔ اب یہ کارروائی سرکاری طور پر شائع کر دی گئی ہے مگر بالعموم دستیاب نہیں ہے۔

اس کتاب کی اہمیت ایسے غیر از جماعت شرفاء کے لئے بھی ہوگی جو قومی اسمبلی کی 'خصوصی کمیٹی' کے اندرونی حقائق جاننے کے باوجود بھی یہ معلوم کرنے سے قاصر تھے کہ اتنے وسیع پیمانہ پر چلائی جانے والی شاطرانہ چالوں کا آخری مقصد کیا ہوسکتا ہے۔ وہ یہ تو جانتے تھے کہ اِس آئینی ترمیم کا اسلام سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے لیکن انہیں اِس سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا کہ (کذب بیانی کے ماہر) مذہبی لبادہ اوڑھنے والوں نے بعض بدقسمت سیاستدانوں کے کندھوں کو استعمال کرنے کے لئے اُنہیں ایسے کون سے سبز باغ دکھائے تھے جو کبھی بھی ثمر بار نہ ہوسکے۔

اس کتاب کی اہمیت شاطرانہ چالوں میں مہارت رکھنے والے ایسی مذہبی شر پسندوں کے لئے بھی یقیناً ہوگی جو 1974ء میں اِس آئینی ترمیم کو کروانے کے لئے ہر بدبختی قبول کرنے پر (کشادہ دلی سے) آمادہ تھے۔ یہ کتاب اُنہیں آئینہ دکھاتے ہوئے ثابت کر رہی ہے کہ سچائی پر ڈالے جانے والے کذب کے تمام پردے آخر چاک ہوکر رہتے ہیں اور افتراء کے بادلوں سے صداقت کے سورج کا نُور چھپایا نہیں جاسکتا۔ جب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سورج اپنا چہرہ دکھاتا ہے تو ایک دنیا ''جاء الحق و زھق الباطل'' کا شاندار نظارہ ضرور دیکھتی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت تاریخ کے اُن طالب علموں کے لئے بھی ہے جو معاملات کو درست کرنے کی سعی تو کرتے ہیں لیکن محض جھوٹ کے دبیز پردوں نے اُن کے ذہن کو حقیقت سے کوسوں دُور کر دیا ہے۔ اس کتاب سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ خصوصی کمیٹی کی کارروائی میں اسمبلی کے سامنے معاملہ کس رنگ میں زیرِ بحث لایا گیا تھا، اسمبلی کے آئینی اختیارات کیا تھے، جماعت احمدیہ کا مؤقف کیا تھا، سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ پر جو جرح کی گئی تھی اس کا اثر اور ماحصل کیا تھا، قومی اسمبلی اس معاملہ سے کس انداز سے نبرد آزما ہوئی اور کہاں تک اس نازک ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکی۔ توقع کی جانی چاہئے کہ آنے والے دنوں میں اہلِ علم اور اہلِ نظر حلقوں کی طرف سے اس کارروائی کا باریک بینی سے تجزیہ اور بصیرت افروز اور چشم کشا تبصرے بھی سامنے آئیں گے۔

اس کتاب کا مطالعہ یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ خلافت احمدیہ کی تائید و نصرت کا خدا تعالیٰ کا وعدہ نہایت شان سے پورا ہوا۔

قومی اسمبلی کی اس کارروائی میں جماعت احمدیہ کا وفد ایک گواہ کی حیثیت سے پیش ہوا اور جماعت احمدیہ کا مؤقف ایک محضر نامہ کی صورت میں پڑھا گیا اور جماعت احمدیہ کا یہ مؤقف پیش کیا گیا کہ قانون کی رُو سے، عقل کی رُو سے اور قرآنی تعلیمات اور احادیث نبویہ کی رُو سے دنیا کی کوئی بھی پارلیمنٹ یا اسمبلی اس سوال کے بارے میں فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ اس کے بعد ممبرانِ قومی اسمبلی نے گیارہ روز تک جماعت احمدیہ کے وفد سے سوالات کئے۔ اس کارروائی کے دوران ہی اس کا ریکارڈ محفوظ کرنے کے حوالے سے ایسی باتیں سامنے آئیں جن سے یہ بات واضح ہوتی تھی کہ انصاف کے معروف تقاضے پورے نہیں کئے جارہے۔ دنیا بھر کی عدالتوں میں یہ طریقۂ کار ہے کہ جب کوئی گواہ بیان دیتا ہے تو اس کے بیان کا تحریری ریکارڈ گواہ کو سنایا جاتا ہے اور دکھایا جاتا ہے اور وہ اس بیان کو تسلیم کرتا ہے تو پھر یہ بیان ریکارڈ کا حصہ بنتا ہے۔ لیکن اس کارروائی کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ ہمیں بھی اس کی کاپی دی جائے لیکن انکار کیا گیا اور ایک ممبر اسمبلی کی طرف سے بھی یہ سوال اٹھایا گیا کہ کیا جماعت احمدیہ کے وفد کو اس کی کاپی دی جائے گی؟ تو سپیکر صاحب نے کہا کہ ان کو اس کی کاپی نہیں دی جائے گی۔ حالانکہ دنیا بھر کی عدالتوں میں اور پارلیمنٹری کمیٹیوں میں بھی جب کوئی گواہ پیش ہوتا ہے تو گواہ کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی گواہی کا تحریری ریکارڈ ملاحظہ کرے اور اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو اس کی نشاندہی کر کے اسے درست کرائے۔ بلکہ اگر گواہ پسند کرے تو اضافی تحریری مواد بھی ریکارڈ میں شامل کر سکتا ہے۔ لیکن قومی اسمبلی (سپیشل کمیٹی) میں بطور گواہ پیش ہونے والے جماعت احمدیہ کے وفد کو اُس کے بیان کا تحریری ریکارڈ نہیں دکھایا گیا۔ بلکہ یہ ظلم کیا گیا کہ جس دن قومی اسمبلی نے آئین میں دوسری ترمیم کی منظوری دی اُسی روز وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی میں تقریر کی اور کہا کہ گو ابھی اس کارروائی کو خفیہ رکھا گیا ہے لیکن بعد میں اس کو منظرِ عام پر لایا جائے گا۔

اگرچہ بعد میں بھی یہ کارروائی تو منظرِ عام پر نہ آئی لیکن اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ قومی اسمبلی کی سپیشل کمیٹی کی کارروائی کا تحریری ریکارڈ مرتب کرنے کا کام مولوی ظفر احمد انصاری کے سپرد کیا گیا ہے تاکہ وہ ''حسبِ خواہش'' اس کارروائی کو اغلاط سے پاک کر کے محفوظ کرنے کا کام شروع کریں۔

یہ مولوی جماعت احمدیہ کے اشد مخالفین میں سے تھے اور بطور رکن اسمبلی، قومی اسمبلی میں ان کے سوالات اور تقاریر اس بات کا ثبوت ہیں۔ حیرت ہے کہ جو لوگ اس معاملہ میں مدعی تھے وہ خود ہی قاضی بن گئے اور پھر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ اپنی غلطیوں کی تصحیح کرنے کے لئے خفیہ کارروائی کا ریکارڈ اپنے ہی ایک رُکن کے سپرد کر دیا تاکہ وہ اس کو درست کر کے مرتب کرے۔ افسوسناک امر یہ بھی ہے کہ یہ ریکارڈ مولوی ظفر انصاری صاحب کے سپرد کرنے کے بعد ایک طویل خاموشی طاری ہوگئی

اور کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کن اغلاط کی تصحیح میں مصروف رہے ہیں۔

گزشتہ چار دہائیوں میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بار بار یہ مطالبہ کیا گیا کہ اس کارروائی کو منظر عام پر لایا جائے لیکن دوسری طرف سکوتِ مرگ طاری تھا۔ مولوی حضرات اس حوالہ سے متضاد بیانیاں تو کرتے رہے لیکن یہ مطالبہ نہ کرتے کہ اس کارروائی کے اصل ریکارڈ کو منظر عام پر لایا جائے۔ یہ طبقہ مولویاں اس خوف کے آسیب سے باہر نہ آسکا کہ کہیں حقائق منظر عام پر نہ آجائیں۔ آخرکار 36 سال بعد لاہور ہائی کورٹ میں دائر ہونے والے ایک مقدمہ کے نتیجہ میں عدالت نے اس کارروائی کو منظر عام پر لانے کا حکم دیا جس کے بعد سپیکر نے اس کارروائی کو شائع کرنے کی اجازت دی۔

جب یہ کارروائی شائع ہوئی تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ حقائق چھپانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کا مؤقف جو ایک محضر نامہ پر مشتمل تھا اور خصوصی کمیٹی کی کارروائی کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ مؤقف خود پڑھ کر سنایا تھا، وہ ''محضر نامہ'' شائع کی جانے والی کارروائی میں شامل نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کے برعکس جماعت کے مخالفین کی طویل تقاریر اِس میں شامل اشاعت کی گئی تھیں۔ اسی طرح محضر نامہ کے ضمیمے کے طور پر جماعت احمدیہ نے جو مضامین اور کتابچے جمع کرائے تھے، وہ بھی اس اشاعت میں شامل نہیں کئے گئے لیکن مخالفین کے ضمیمے اس کی اشاعت کا حصہ بنا دیئے گئے۔

شائع کی جانے والی کارروائی میں بعض جگہوں پر نمایاں سرخیاں لگا کر خلاف واقعہ تأثر پیدا کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ مثلاً 30 اگست 1974ء کے روز کی کارروائی کے ریکارڈ میں ایک جگہ یہ ہیڈنگ درج ہے: ''مرزا ناصر احمد صاحب سے''۔ اور پھر نیچے کچھ سوالات درج ہیں۔ تأثر یہ دیا گیا ہے کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے یہ سوالات کئے گئے تھے اور آپؒ نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس روز حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ یا جماعت احمدیہ کے وفد کا کوئی رُکن وہاں موجود ہی نہیں تھا اور نہ یہ سوالات کبھی اُن تک پہنچائے گئے۔ خدا جانے یہ سوالات کس سے کئے جارہے تھے۔

قومی اسمبلی کے قوانین میں درج ایک قاعدہ کے مطابق کسی گواہ کے بیان کا حرف بحرف ریکارڈ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن شائع ہونے والی کارروائی میں اس قاعدہ کے برخلاف طریق اختیار کیا گیا ہے مثلاً جن مقامات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حوالہ کے طور پر عربی عبارت پڑھی ہے وہاں اصل عبارت کی جگہ صرف ''عربی'' لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حیرت ہے کہ مولوی ظفر انصاری صاحب اور اسمبلی کے ممبران کئی مولوی صاحبان کو عربی دانی کا دعویٰ تھا۔ لیکن اگر یہ سب عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھے تو حسب قواعد ضروری تھا کہ جماعت احمدیہ کے وفد کو متعلقہ حصہ دکھا کر اصل عبارت درج کرلی جاتی۔ اس گروہِ مولویان کو ایسا کونسا خوف دامنگیر تھا جس نے انہیں انصاف کے اس ادنیٰ تقاضے کو پورا کرنے سے روکے رکھا!۔

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر جماعت احمدیہ اس کارروائی کی اشاعت کو مکمل یا جزوی طور پر مسترد کردے تو یہ جماعت احمدیہ کا حق ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کی طرف سے محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب نے اس چیلنج کو نہایت جرأت سے قبول کیا ہے اور چھپائے جانے والے حقائق اور فریق مخالف کے مؤقف کی کمزوری کو تلاش کرکے نہایت خوبصورتی سے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ بلکہ جماعت کے خلاف چلائی جانے والی معاندین کی اس خوفناک تحریک کے پس منظر اور پیش منظر سمیت قریباً تمام پہلوؤں کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کردیا ہے کہ حقیقت شناسی کا مرحلہ بہت آسان نظر آنے لگا ہے۔

1974ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کا پس منظر یوں ہے کہ دشمن یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے ساتھ ہی یہ جماعت ختم ہوجائے گی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی طویل علالت کے دوران مخالفین نے اپنے لٹریچر میں بارہا اس امید کا اظہار کیا تھا۔ لیکن خلافتِ ثالثہ کے آغاز کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ کی ترقیات کے نئے ابواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مغربی افریقہ کے دورہ کے ساتھ ہی وہاں کی جماعتی ترقیات سب کے سامنے آگئیں۔ حضورؒ نے اسی دوران نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم کے آغاز کا اعلان بھی فرمایا اور دورہ سے واپسی پر احمدی ڈاکٹروں سے خطاب کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا کہ ''ہماری اس سکیم (نصرت جہاں سکیم) کا اس وقت تک جو مخالفانہ ردّعمل ہوا ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔ ...... جماعت اسلامی کی مجلس عاملہ نے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ ویسٹ افریقہ میں احمدیت اتنی مضبوط ہوچکی ہے کہ وہاں ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اس واسطے پاکستان میں ان کو کچل دو تا کہ وہاں کی سرگرمیوں پر اس کا اثر پڑے اور جماعت کمزور ہوجائے۔ بالفاظِ دیگر جو ہمارا حملہ وہاں عیسائیت اور شرک کے خلاف ہے اسے کمزور کرنے کے لئے لوگ یہاں سکیم سوچ رہے ہیں۔ ویسے وہ تلوار اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کسی مخالف کو نہیں دی جو جماعت کی گردن کو کاٹ سکے''۔

پاکستان میں 1970ء میں ہونے والے عام انتخابات میں مذہبی جماعتیں کہلانے والی سیاسی پارٹیوں کو ہمیشہ کی طرح یہ توقع تھی کہ اُن کو ان انتخابات میں بہت بڑی کامیابی ملے گی اور وہ یہ دعویٰ کررہی تھیں کہ اقتدار ملنے کے بعد جماعت احمدیہ کی ترقی کو روک دینا اُن کے لئے کوئی مشکل نہیں ہوگا۔ لیکن جہاں اِن نام نہاد دینی سیاسی جماعتوں کا ماضی ایسا تھا جس سے واضح ہوتا تھا کہ انہیں پاکستان کی سلامتی اور اس کی آزادی سے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں ہے بلکہ وہ اپنے منشور کے مطابق عمل کرنے کی پابند ہیں۔ وہاں مشرقی پاکستان میں صوبائی خودمختاری کے نام پر عوامی لیگ کی جیت یقینی نظر آتی تھی اور خطرہ تھا کہ اگر کوئی سیاسی جماعت اکثریت حاصل نہ کرسکی تو مغربی پاکستان میں صوبائی سطح پر سیاسی ابتری پھیل جائے گی اور عدم استحکام پیدا ہوجائے گا۔ جس کا نتیجہ پاکستان کی کمزوری اور حکومت کی بے بسی کی صورت میں ہی نکل سکتا تھا۔

اس مرحلے پر پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے جماعت احمدیہ سے رابطہ کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اجازت سے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے بھٹو صاحب سے ملاقات کرکے اُن کی انتخابی مہم کا جائزہ لیا۔ بھٹو صاحب کو امید تھی کہ جماعت اُن کی مالی مدد کرے گی۔ لیکن اُنہیں بتایا گیا کہ یہ ممکن نہیں ہوگا کیونکہ جماعت احمدیہ ایک مذہبی جماعت ہے اور وہ اس طرح ایک سیاسی پارٹی کی مدد نہیں کرسکتی۔ پیپلز پارٹی کے امیدواروں کی فہرست دیکھ کر حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے کہا کہ اس میں اکثریت کمیونسٹ حضرات کی ہے اور اگر یہ لوگ بھٹو صاحب کی مقبولیت کی آڑ میں کامیاب ہوگئے تو پاکستان پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہوجائے گا۔ اس پر بھٹو صاحب نے پارٹی کے سینئر لیڈروں کے مشورہ کے بعد اعلان کیا کہ یہ لسٹ حتمی نہیں ہے۔ بالآخر نئی لسٹ میں کمیونسٹ حضرات کی تعداد کافی کم تھی۔

بہرحال ان انتخابات میں احمدیوں کی اکثریت نے پیپلز پارٹی کے حق میں حق رائے دہی استعمال کیا۔ 1973ء کی جماعت احمدیہ کی ایک ہنگامی مجلس شوریٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے انتخابات کے حوالہ سے تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے مختلف سیاسی و مذہبی پارٹیوں کے ظاہری اور باطنی دعووں کو بیان فرمایا اور بتایا کہ جماعت احمدیہ نے پیپلز پارٹی سے تعاون کا فیصلہ پاکستان کے استحکام اور بہتری کی خاطر ہی کیا تھا۔ کیونکہ اکثر نام نہاد اسلامی پارٹیوں کو اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ احمدی اپنا حق رائے دہی کیوں استعمال کررہے ہیں اور اُن کے لئے جداگانہ طریق کار ہونا چاہئے۔ اگرچہ پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کو بھی یہ شکوہ تھا کہ جماعت احمدیہ اُن کی اتنی مدد کررہی ہے تو پوری طرح اُن کا ساتھ کیوں نہیں دیتی۔ تاہم ایک مذہبی جماعت ہونے کے ناطے جماعت احمدیہ کا تعاون پاکستان کے استحکام کی خاطر ہی تھا ورنہ کسی ایک پارٹی کی حمایت کرنے کے خطرناک نتائج بھی نکل سکتے تھے۔

انتخابات کے اُن ایام میں احمدیت کے خلاف سرگرم عمل نیم سیاسی مذہبی پارٹیاں ایک طرف تو باہم ایک دوسرے سے دست و گریبان تھیں اور آپس کی دشمنی میں بھی مخالفین پر یہ الزام لگارہی تھیں کہ گویا اُنہیں قادیانی جماعت کی حمایت حاصل ہے۔ دوسری طرف بھٹو صاحب سے بھی اس بارہ میں سوالات کئے جارہے تھے کہ کیا اُن کا جماعت احمدیہ سے کوئی معاہدہ ہے یا کیا وہ اقتدار میں آکر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیں گے؟ ایسے سوالوں کا جواب بھٹو صاحب یہی دیا کرتے تھے کہ اُن کی پالیسی یہ ہے کہ ملک میں سوشلسٹ نظام رائج کریں جس میں تمام طبقوں کے عوام کا تحفظ کیا جاسکے۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ احمدیوں نے دیگر سیاسی و مذہبی جماعتوں کے مقابلہ پر پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔

بہرحال انتخابات میں تمام مذہبی جماعتوں کو شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس شکست کے بعد نام نہاد مذہبی سیاستدان چور دروازوں سے سیاسی منظر میں اور پھر اقتدار کے ایوانوں میں داخل ہونے کی منصوبہ بندی کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر جماعت احمدیہ کے خلاف تحریک چلا کر اپنے مذموم مقاصد پورے کئے۔

بعد میں پیپلز پارٹی کے بعض مفاد پرستوں نے بھی اپنی سیاسی ساکھ بڑھانے کے لئے اور اپنے سیاسی دشمنوں کو رام کرنے کے لئے احمدیوں کے جائز حقوق غصب کرنے کی باتیں شروع کردیں۔ اس دوران پاکستان کا آئین بھی منظور کیا گیا۔ یہ آئین متفقہ طور پر منظور کروانے کے لئے اراکین اسمبلی کو رشوت بھی دی گئی۔ بلکہ ایک مولوی صاحب کو بھٹو صاحب نے اپنے دفتر میں بلایا اور اُن کو دی جانے والی رشوت کی رقم دفتر میں اِدھر اُدھر پھینکی جسے مولوی صاحب گھٹنوں کے بَل رینگ رینگ کر اٹھاتے رہے۔ اور بالآخر 1973ء کا آئین متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا جس میں احمدیوں کے خلاف قانونی اور آئینی کارروائی کرنے کے لئے بطور تمہید بعض دفعات کی منظوری دی گئی۔ مثلاً آئین میں ''ختم نبوت کا حلف نامہ'' بھی شامل کرلیا گیا جو صدر اور وزیراعظم کے لئے ضروری تھا۔ اسی طرح اگرچہ اراکینِ اسمبلی کے لئے مسلمان ہونے کی شرط نہیں تھی لیکن اُن کے لئے یہ اقرار کرنا ضروری تھا کہ غیر مسلم ہونے کے باوجود وہ نظریۂ اسلامی کی حفاظت کے لئے کوشاں رہیں گے۔ گویا احمدیوں کے خلاف قانون سازی کی بنیاد دراصل 1973ء کے آئین میں رکھ دی گئی تھی۔

اس کتاب میں کشمیر اسمبلی میں جماعت احمدیہ کے خلاف پیش ہوکر یکطرفہ طور پر منظور ہونے والی قرارداد کی سرگزشت بھی بیان کی گئی ہے جس کے تحت احمدیوں پر پابندیاں لگانے کا آغاز کیا گیا۔ اس قرارداد کی منظوری پر رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری نے تار کے ذریعہ پاکستان کے صدر بھٹو کو مبارکباد دی (گویا یہ کارنامہ صدر بھٹو نے سرانجام دیا ہو) اور انہوں نے دنیا کے مسلمان ممالک سے یہ اپیل بھی کی کہ وہ اپنے ممالک میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیں۔

اس کتاب میں محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب نے احمدیت کے خلاف عالمی سطح پر ہونے والی سازشوں سے بھی نہایت عمدگی سے پردہ اٹھایا ہے اور 1974ء میں احمدیوں کے خلاف چلائی جانے والی تحریک کے تمام پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد جماعت احمدیہ کو اپنے قانون میں غیر مسلم قرار دینے والوں کے جرنیل بھٹو صاحب کے انجام کو بھی بیان کیا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے مواد کی تیاری کے دوران متعدد افراد کے انٹرویو بھی لئے اور اُن کی آراء بھی قلمبند کرکے پیش کی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب ہم نے ڈاکٹر مبشر حسن صاحب سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک اس قرارداد اور آئینی ترمیم کا ملک اور قوم پر کیا اثر پڑا؟ تو اُن کا جواب تھا: ''بہت بُرا اثر پڑا۔ نہایت بُرا اور دُوررَس''۔ ''آپ دیکھ تو رہے ہیں گورنمنٹ کا کیا حشر ہوا۔ ان کی پارٹی کا کیا حشر ہوا۔ اس سے بُرا ہوسکتا تھا؟''۔

اس کتاب کے آخری صفحات میں 1974ء کے فیصلہ کے منطقی انجام کو مختلف حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ آج وہ حالات ہیں جب پاکستان میں نہ صرف فوجی مراکز کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا جارہا ہے بلکہ عام مسلمان بھی قتل و غارت کا شکار ہورہے ہیں اور یہ عمل کسی طرح بھی اسلامی نہیں کہلا سکتا۔ آج پاکستان میں مسلمان کہلانے والوں کے کردار کے بارہ میں وہاں کے اخبارات اور میڈیا کے دیگر ذرائع جو کچھ بیان کررہے ہیں وہ اہل بصیرت کی چشم کشائی کے لئے بہت کافی ہونا چاہئے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب پر تبصرہ لکھنا یا اس کے مندرجات کو خلاصۃً بیان کرنا اور پھر اس کے منتخب حصوں کو ان صفحات کی زینت بنانا یقیناً کارِدارد ہے۔ لیکن اس کتاب کا مطالعہ قاری کے ذہن میں موجود کئی نقشوں کو یکسر تبدیل کردینے کی بلاشبہ صلاحیت رکھتا ہے۔ 525 صفحات پر مشتمل A5 سائز کے بڑے صفحات کی یہ کتاب مجلّد یعنی Hard Cover کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ لکھائی اور چھپائی بہت عمدہ ہے۔ لیکن ان ظاہری خوبیوں کے باوجود اس کتاب کا اصل تعارف خود یہی کتاب ہے۔

ذکر ایک بے تکلف مجلس کا

[مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا نے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن برطانیہ کے زیرِ اہتمام منعقدہ ایک تقریب میں ربوہ کی بعض یادوں کا تذکرہ فرمایا۔ ذیل میں اس کے بعض حصّے رسالہ المنار برطانیہ کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔(مدیر)]

❁ تین چار دن ہوئے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن برطانیہ کی طرف سے اس پروگرام کی دعوت ملی تھی۔ اس پروگرام کا وقت تبدیل ہوتا رہا۔ پہلے مغرب کے بعد تھا پھر عصر کے بعد کر دیا گیا۔ چونکہ مجھے کچھ کام تھا اس لئے ڈر تھا کہ لیٹ نہ ہو جاؤں۔ لیٹ ہونے کا خیال آیا تو بڑا بچہ بھی یاد آ گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی اردو کلاس کے بڑے بچے اسماعیل آڈو صاحب کو سب جانتے ہیں۔ گھانا میں 1950ء میں پہلا احمدیہ سکول کھولا گیا تو یہ اس میں اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر کے طور پر خدمت کرتے رہے۔ پھر ترقی کر کے گھانا کی حکومت کی طرف سے ایتھوپیا میں سفیر بنے۔ ڈیفینس کمیٹی کے چیئر مین بھی رہے۔ گھانا میں جب ملٹری ٹیک اوور (take over) ہوا تو اس وقت ملک میں کافی گڑبڑ تھی۔ چنانچہ باہر کے ملکوں میں جتنے سفیر تھے ان میں سے کئی ایسے تھے جو واپس نہیں گئے۔ آڈو صاحب بھی عدیس آبابا سے لنڈن آ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایم ٹی اے پر بڑے پیار سے اردو سکھایا کرتے تھے۔ اس کا ایک واقعہ ہے کہ آڈو صاحب کلاس کے لئے آ رہے تھے کہ لیٹ ہو گئے۔ انہوں نے وہاں جو دوست تھے ان سے کہا کہ میں لیٹ ہو گیا ہوں اگر حضرت صاحب مجھ سے پوچھیں تو کیا جواب دوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ کہہ دینا کہ میں شرمندہ ہوں۔ وہ 'شرمندہ ہوں'، 'شرمندہ ہوں' یاد کرتے ہوئے کلاس میں پہنچے تو حضور نے اتفاق سے پوچھ بھی لیا۔ اس پر انہوں نے گھبراہٹ میں یہ کہہ دیا کہ حضور مَیں سمندر ہوں۔ حضور نے پوچھا کیا آپ سمندر ہیں؟ آڈو صاحب نے جواب دیا جی حضور مَیں بہت سمندر ہوں۔ تو آج مَیں بھی اگر لیٹ ہوا ہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ میں سمندر ہوں۔

❁ ٹی آئی کالج کی بھی کچھ باتیں مجھے یاد ہیں۔ ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ وہاں جب annual debates ہوا کرتی تھیں تو ہم بھی وہاں جایا کرتے تھے۔ ڈیبیٹ میں حصہ لینے والا سٹوڈنٹ جب کوئی اچھا پوائنٹ بیان کرتا تو سننے والے اسے داد دیتے ہوئے نکتہ نکتہ کی آواز بلند کیا کرتے تھے۔ اور پیچھے بیٹھنے والے کچھ شرارتی لڑکے 'نکتی، نکتی' بھی کہا کرتے تھے۔ تو اس طرح ٹی آئی کالج سے ہم بھی مانوس ہیں۔

❁ ٹی آئی کالج میں پڑھنے والوں میں صومالی لینڈ کے ابوبکر اور سعید عبداللہ بھی ہوا کرتے تھے۔ دونوں فٹ بال بھی بہت اچھا کھیلتے تھے۔ اور انگلش ڈیبیٹس میں بھی حصہ لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ پنجاب یونیورسٹی میں ہونے والی ڈیبیٹس میں بھی۔ ابوبکر صاحب کا ایک کمال یہ تھا کہ وہ دوسروں کو convince کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وہ حجامت بنوانے گئے تو وہاں کے حجام کو معلوم نہیں تھا کہ افریقنوں کے بال کس طرح کاٹے جاتے ہیں۔ وہ بال کھینچ کر کاٹتے تھے جس سے بال چھوٹے بڑے ہو جاتے تھے۔ جب ابوبکر صاحب کے ساتھ ایسا ہوا تو انہوں نے سوچا کہ یہ تو عجیب سا لگتا ہے تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ سر منڈوا لیں۔ چنانچہ انہوں نے ٹنڈ کروا لی۔ ٹنڈ کرانے کے بعد انہیں خیال آیا کہ میرے اکیلے کی ٹنڈ ہے یہ تو صحیح نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک اور طالب علم کو ٹنڈ کے فائدے بیان کر کے ٹنڈ کروانے پر convince کر لیا۔ اور یہ بھی کہا کہ ٹنڈ کروانے کے پیسے مَیں دوں گا۔ اس طرح کرتے کرتے انہوں نے بہت سے طلبا کی ٹنڈ کروا دی۔ اور گویا کالج میں ایک ٹِنڈ ایسوسی ایشن بن گئی۔ بعد میں انہیں خیال آیا کہ پرنسپل (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) ممکن ہے اتنے سٹوڈنٹس کی ٹنڈ دیکھ کر ناراض ہوں تو انہوں نے لٹھے کی بہت سی ٹوپیاں بنوائیں اور ان سب کو پہنا دیں۔ پتہ چلا تھا کہ ابوبکر صاحب آج کل صومالی لینڈ جسے اب صومالیہ کہتے ہیں کے ایک علاقے کے گورنر ہیں۔ اور سعید عبداللہ بھی ایڈمنسٹریشن میں اچھے عہدے پر ہیں۔

❁ ربوہ کی کہانی تو سب کو پتہ ہے۔ قادیان چھوڑ کر جب ربوہ میں آئے تو گورنمنٹ کے ریکارڈ میں یہی تھا کہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں کوئی بھی نہیں رہ سکتا۔ اس سے پہلے بہت سے لوگ کوشش کر چکے تھے کہ یہاں سے پانی نکل آئے۔ مگر نہ نکل سکا۔ اس لئے ان کا خیال تھا کہ اس جگہ کوئی لائف (Life) ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن اللہ کے فضل سے پانی نکل آیا تھا۔ 1952ء میں جب ہم ربوہ آئے تو اس وقت پانی نمکین تھا۔ صرف ایک جگہ سے پینے والا پانی نکلتا تھا۔ یہ حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کی کوٹھی کے آس پاس کوئی جگہ تھی۔ ایک ماشکی چمڑے کی مشک میں پانی بھر کر اپنی کمر اور کندھوں پر اٹھا کر گھروں میں سپلائی کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کیا ہوا کہ گھانا سے ایک صاحب آئے۔ انہوں نے ماشکی کے کندھے پر مشک دیکھی۔ تو مجھ سے پوچھا کہ یہاں ربوہ کے قریب کوئی جنگل تو ہے نہیں پھر یہ آدمی ہرن مار کر لاتا کہاں سے ہے؟ میں نے پوچھا کہ ہرن کدھر ہے؟ تو کہنے لگا کہ دیکھو اس نے کندھے پر اٹھایا ہوا ہے۔ میں نے کہا: بابا یہ تو پانی کی مشک ہے۔

❁ وہاں پر ان دنوں نہ بجلی تھی نہ پینے کا پانی اور نہ پکی بلڈنگز۔ جس ہوسٹل میں ہم رہتے تھے اس کی چھت بھی کچی تھی اور فرش بھی کچا۔ بارش ہوتی تو چھت ٹپکتی اور فرش پر پانی کھڑا ہو جاتا۔ اور ہمارا جو Box (صندوق) تھا وہ پانی میں تیرنے لگتا۔ تو شروع میں یہ حال تھا۔ مگر بعد میں احمد نگر میں بلڈنگ لے لی گئی۔ تو ہم ہر روز صبح 4 میل پیدل چل کر وہاں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ اور پھر 4 میل پیدل چل کر واپس آتے تھے۔ ہم ربوہ میں جس ہوسٹل میں رہتے تھے وہ غیر ملکیوں کا ہوسٹل تھا۔ اس میں مختلف ملکوں سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ انگلستان سے روز (Rose) نامی کوئی شخص تھے۔ جرمنی کے عبدالشکور کنزے تھے۔ امریکہ سے ایک بلیک امریکن اور ایک وائٹ امریکن تھے۔ ٹرینیڈاڈ سے بھی ایک صاحب آئے ہوئے تھے۔ چین سے ہمارے عثمان چُو صاحب، ابراہیم وان اور ادریس وان تھے۔ اتنے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کے اس ہوسٹل کا ایک نام چڑیا گھر پڑ گیا تھا۔ مگر وہاں بڑے ہی اچھے دن ہم نے گزارے ہوئے ہیں۔

❁ ربوہ کا جو قصہ ہے وہ اتنا غیر معمولی ہے کہ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہمارے گھانا کے سفیر ربوہ آئے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں ربوہ کے بارے میں بتایا کہ ربوہ کیسے بنا، کیسے وجود میں آیا۔ یہ ایسی جگہ تھی جس کے بارے میں سب کا یہی خیال تھا کہ یہاں کوئی لائف نہیں ہو سکتی۔ ایسی جگہ تھی جہاں پانی بھی نہ تھا اور زمین بنجر تھی۔ کئی لوگوں نے اسے آباد کرنے اور قابلِ کاشت بنانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ انہیں ربوہ کے سارے ابتدائی حالات بتائے۔ ہمارے گھانا کے یہ سفیر تھے تو عیسائی مگر جب انہوں نے یہ واقعات سنے اور ربوہ کی اُس وقت کی شکل اور حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص خدا پر یقین نہ رکھتا ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی حقانیت پر ایمان نہ ہو تو وہ یہ واقعات سن کر یقیناً خدا کی ہستی پر ایمان لے آئے گا۔

❁ ایک دفعہ ہالینڈ سے انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے سیکرٹری حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ کے ساتھ ربوہ گئے۔ وہاں سے واپسی پر وہ یہاں لندن سے ہوتے ہوئے ہالینڈ گئے تھے۔ یہ ان دنوں (یعنی 1970ء کے عشرہ) کی بات ہے جب میں یہاں لندن میں ہوا کرتا تھا۔ وہ یہاں آئے تو ہم نے انہیں یہاں مشن ہاؤس میں مدعو کیا۔ انہوں نے اس موقعے پر اپنی تقریر میں اظہار کیا کہ میں ربوہ سے ہو کر آیا ہوں۔ مجھے ایک بات کا افسوس ہے کہ کیوں اپنے پوتے کو ساتھ لے کر نہیں گیا۔ اگر وہ ساتھ ہوتا تو اسے دکھاتا کہ ساری دنیا میں مَیں نے کوئی اور شہر ایسا نہیں دیکھا جہاں صرف اچھائی ہی اچھائی ہے، برائی کوئی نہیں۔ ربوہ میں کالج دیکھے، ریسرچ سینٹرز دیکھے، مسجدیں دیکھیں، لائبریریز دیکھیں۔ مگر کوئی شراب خانہ نہیں دیکھا، نہ کوئی ڈانس کی جگہ دیکھی۔ نہ کوئی جُوا خانہ وغیرہ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی جبکہ ربوہ ابھی اتنا develope نہیں ہوا تھا جو لوگ بھی وہاں جاتے تھے، اور بڑے بڑے لوگ جاتے تھے، وہ ربوہ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوتے تھے، مگر اب کی تو بات ہی اور ہے۔

❁ لاہور کے (2010ء میں احمدیہ مسجدوں پر حملہ میں شہادت کے) واقعہ کے بعد میں ایک وفد لے کر ربوہ گیا، جس میں گھانا، بینن اور سیرالیون کے افراد شامل تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میں نے موجودہ ربوہ کو دیکھ کر کہا یہ تو وہ ربوہ نہیں، بالکل ہی بدل گیا ہے۔ سرائے مسرور کو دیکھا۔ اس میں لجنہ کے 6 منزلہ دفاتر ہیں۔ لِفٹ لگی ہوئی ہے۔ میں تو دیکھ کر بالکل ہی حیران ہو گیا کہ یہ ہم کہاں آ گئے ہیں۔ پھر دارالضیافت کی نئی سات منزلہ بلڈنگ بھی ہے۔ سنا ہے کہ ایک صاحب لاہور سے ربوہ گئے، رات بھی وہاں رہے۔ اگلے دن لاہور پہنچے تو اپنے ایک دوست سے کہنے لگے کہ میں ایک ایسی جگہ سے ہو کر آیا ہوں جو کہتے ہیں کہ پاکستان میں ہے لیکن پاکستان لگتا نہیں۔ ان کے دوست نے پوچھا کیا؟ کہنے لگے فائیو سٹار ہوٹل، جس میں کھانا بھی فری اور رات کا قیام بھی فری ہو تم نے پاکستان میں دیکھی ہے؟ اگر دیکھی ہے تو بتاؤ! تو اب تو ربوہ اتنا بدل گیا ہے کہ اگر پہلے کسی نے نہیں دیکھا ہوا تھا تو شاید وہ تو موجودہ تبدیلی اور فرق کو محسوس نہ کر سکے۔ لیکن ہم جو 1952ء میں وہاں پڑھنے کے لئے گئے اور جن حالات سے گزرے، تو ہم جیسے لوگ جو اَب وہاں جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ دنیا کے لئے پیدا کیا ہے۔ کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ربوہ میں اتنی جلدی اس قدر تبدیلی آ سکتی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔

❁ ایک اور بڑی بات یہ بھی ہے کہ ٹی آئی کالج جو اُس وقت وہاں تھا، یعنی 1950ء کے عشرے میں اُس وقت بھی ٹی آئی کالج کی بلڈنگ پکی اینٹوں کی تھی۔ مجھے یاد ہے اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ کو بھی اسی طرح بنانا ہے۔ گویا جبکہ ابھی مالی وسعت نہیں تھی اور مشکلات تھیں اس وقت بھی خلفاء کی دور اندیشی کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں کہ دنیا کی تعلیم اور مذہبی تعلیم دونوں کی اہمیت اُس وقت بھی اُن کے پیشِ نظر تھی۔

❁ اُن دنوں بڑے بڑے لوگ ٹی آئی کالج ربوہ میں آیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک موقع پر غالباً منسٹر آف ایجوکیشن بھی آئے تھے۔ آج کل تو پاکستان میں سر ظفراللہ خان صاحب کا نام وغیرہ بھی تاریخ سے نکال دیا گیا ہے، مگر اُس وقت منسٹر آف ایجوکیشن ربوہ میں آنا فخر محسوس کرتے تھے۔ پھر رشین آسٹروناٹس اور بعض سائنسدان بھی ٹی آئی کالج میں آئے۔

❁ ربوہ میں آنے والوں میں ایک اہم شخصیت چین کے سفیر بھی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ اُس وقت ہمارے عثمان چُو صاحب نے چینی سفیر کا استقبال کرنے کے لئے چینی زبان کا لفظ ''وائیں نے'' یاد کروایا تھا۔ اس وقت سب ربوہ والوں نے مل کر لائنیں بنائیں اور "وائی نے" "وائیں نے'' کہہ کر چین کے ایمبیسیڈر کا ربوہ میں استقبال کیا تھا۔ اس وقت حضرت میاں مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر اور وکیل اعلیٰ تھے۔ انہوں نے یہ انتظام کیا تھا کہ جتنے بھی جماعت کے مبلغین باہر کے ملکوں میں خدمت کر کے آئے تھے، مثلاً مولانا ظہور حسین صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب یعنی بڑے بڑے جتنے بھی بزرگ مبلغین تھے، چینی سفیر کو ان سے ملوایا۔ چینی سفیر بہت حیران ہوئے کہ اتنا چھوٹا سا شہر اور اس میں اتنے بڑے بڑے لوگ۔ تو واقعی یہ ایک نادر قسم کا موقع تھا۔

❁ میں سمجھتا ہوں کہ بشیر آرچرڈ صاحب کی قادیان جا کر بیعت کرنے کی بھی یہی وجہ تھی۔ وہ ملٹری آفیسر تھے۔ انہوں نے اپنے lower رینک کے ایک احمدی سے کہا کہ چُھٹیاں آ رہی ہیں اور میں ان چُھٹیوں میں کسی اچھی جگہ جانا چاہتا ہوں، بتاؤ کہاں جاؤں؟ اس پر اس احمدی نے کہا کہ آپ قادیان جائیں۔ انہوں نے کہا کہ وہاں جا کر کیا کرنا ہے، وہ تو چھوٹی سی جگہ ہے، جہاں کوئی سیر و تفریح نہیں ہو سکتی۔ ان کا یہ جواب سن کر وہ احمدی بہت افسردہ ہو گیا تو آرچرڈ صاحب نے انہیں خوش کرنے کے لئے حامی بھر لی کہ چلو میں تمہارے کہنے پر قادیان چلا جاتا ہوں۔ وہاں پہنچے اور جو کچھ وہاں دیکھا تو بیعت کر لی اور پھر وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ربوہ کا بھی یہی حال تھا۔ اُن دنوں وہاں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے بہت سے صحابہ موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ صاحب، حضرت مولانا بقاپوری صاحبؓ اور شاہجہان پوریؓ صاحب وغیرہ۔ حیرت ہوتی ہے کہ گلی میں چلتے ہوئے اتنے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ ان سے ملتے اور دعا کی درخواست بھی کیا کرتے تھے۔

❁ شیخ عمری عبیدی صاحب کا نام آپ نے سنا ہوگا، وہ بھی اُن دنوں ربوہ میں تھے۔ ربوہ کی تعلیم سے جب فارغ ہوئے تو مبلغ کے طور پر تنزانیہ بھیجے گئے۔ انہوں نے قرآن مجید کے سواحیلی زبان کے ترجمے میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کی بہت مدد کی۔ عمری عبیدی صاحب بہت قابل آدمی تھے اور بہت روحانی بھی۔ جب وہ تنزانیہ واپس گئے تو وہاں کی حکومت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو ہم ان کی قابلیت کی وجہ سے انہیں اپنی ایڈمنسٹریشن میں لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ دارالسلام کے سب سے پہلے افریقن میئر بنے۔ بعد میں منسٹر آف جسٹس بھی رہے۔ ربوہ کے دنوں کی بات ہے کہ عمری عبیدی صاحب، حضرت مولانا محمد دین صاحب جو بعد میں صدر، صدر انجمن احمدیہ بھی رہے، سے ریڈرز ڈائجسٹ لے کر پڑھا کرتے تھے۔ پڑھنے کے بعد اکثر جلدی واپس کر دیا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ

ایسا ہوا کہ کافی دن تک واپس نہ کر سکے۔ سڑک پر چلتے ہوئے مولانا محمد دین صاحب انہیں ملے تو انہوں نے انہیں آہستگی سے پوچھا Have you digested the digest? اس لطیف انداز میں پوچھے جانے پر انہیں احساس ہو گیا کہ میں نے پڑھنے کے لئے لیا ہوا ڈائجسٹ ابھی تک واپس نہیں کیا۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں جا کر جلد ہی واپس کر دیا۔

❁ شروع شروع میں جب ہم ربوہ پہنچے تو اردو تو ہمیں صحیح آتی نہیں تھی، بلکہ بالکل بھی نہیں آتی تھی۔ ان دنوں ہمیں جامعہ کے ہوسٹل میں صبح کے ناشتے میں دو پراٹھے ملا کرتے تھے۔ اُن دنوں دستور تھا کہ باہر کے ملکوں میں جانے والے اور خدمت کر کے واپس آنے والے مبلغین کو سارا شہر ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر الوداع یا receive کیا کرتا تھا۔ بعض دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقعے پر جبکہ ایک مبلغ امریکہ جا رہے تھے تو ہم بھی ربوہ کے سٹیشن پر گئے۔ وہاں میری حضرت مولوی محمد دین صاحب سے ملاقات ہوئی، اس وقت وہ ناظر تعلیم تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا آپ آجکل کیا "پڑھتے" ہیں؟ میں سمجھا کہ شاید "پراٹھے" کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، تو میں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ " دو پراٹھے !" میں نے اندازہ لگایا تھا کہ شاید وہ ہوسٹل کے پراٹھوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اور میں نے بالکل صحیح جواب دیا ہے۔ مگر جب وہ میرا جواب سن کر خوب ہنسے اور محظوظ ہوئے تو مجھے بالکل سمجھ نہیں آئی کہ وہ میرے جواب پر کیوں ہنسے؟ مگر بعد میں جا کر پتہ چلا کہ پراٹھے میں اور پڑھنے میں بہت فرق ہے۔ تو مولانا محمد دین صاحب کے حوالے سے ربوہ کے شروع کے دنوں کا یہ دلچسپ واقعہ مجھے اب بھی یاد ہے۔

❁ مَیں نیو دہلی گیا ہوا تھا۔ وہاں سے ٹرین پر قادیان جا رہا تھا کہ ٹرین میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب جو اپنے آپ کو بڑے عالم کے طور پر پیش کر رہے تھے، ساتھ بیٹھے ہوئے مسافروں سے کہنے لگے کہ یہ صاحب جو بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ان کا رنگ کالا کیوں ہے؟ ان کا رنگ کالا اس لئے ہے کہ یہ لوگ سورج کے بہت قریب ہیں۔ درختوں کے اوپر رہتے اور ان کی جڑیں کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں سے ہر ایک کی دُم بھی ہوتی ہے۔ میں خاموشی سے سنتا رہا اور پھر میں نے ان سے اردو میں بات شروع کی تو وہ بہت حیران ہوئے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ آپ نے جتنی باتیں بھی یہاں لوگوں کو بتائی ہیں سب غلط ہیں۔ ہم جو یہاں آپ کی ایمبیسی سے ویزہ لے کر آئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی حکومت نے ہمیں اپنا مہمان سمجھ کر ویزہ دیا ہے۔ حکومت کے مہمان کے بارے میں آپ نے جو غلط باتیں کی ہیں اگر واپس جا کر بتاؤں تو آپ کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ اس پر وہ شرمندہ ہوئے اور معذرت کرنے لگے۔

❁ انڈیا کا ایک دلچسپ واقعہ اَور بھی ہے۔ جب ہم ربوہ میں تھے تو ہمیں قادیان جانے کا موقع ملا۔ مولانا ابوالعطاء صاحب بھی ساتھ تھے، وہ ہمارے پرنسپل رہے ہیں۔ ہم پر بہت مہربان تھے ہر لحاظ سے۔ ان کے علاوہ مکرم غلام باری سیف صاحب بھی ساتھ تھے۔ ہم قادیان کی ایک گلی میں سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ دو سکھ صاحبان میں بہت گرم جوشی سے کوئی بحث ہو رہی ہے۔ بالکل پتہ نہیں تھا کہ کیا بحث ہو رہی ہے۔ اسی دوران ان میں سے ایک سکھ صاحب جلدی جلدی چلتے ہوئے میری طرف آئے اور میری جلد کے ساتھ اپنا ہاتھ بہت زور سے رگڑا۔ اور پھر وہ رگڑا ہوا ہاتھ اپنے دوسرے سکھ ساتھی کو دکھاتے ہوئے کہنے لگے کہ میں تمہیں کہتا نہیں تھا کہ پکّا کوٹ ہے۔ اس وقت سے مولانا ابوالعطاء صاحب مجھے "پکا کوٹ" کہا کرتے تھے۔ تو اس قسم کے دلچسپ واقعات بھی پیش آتے رہے ہیں۔

❁ ربوہ کا ایک اور مزیدار واقعہ ہے۔ ہم کراچی گئے ہوئے تھے۔ وہاں خدام کا اجتماع تھا۔ وہاں پتہ چلا کہ ٹنڈو الہ یار میں غیر احمدیوں کا ایک دارالعلوم ہے۔ ہم نے سوچا کہ جا کر دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ ہم گئے تو دیکھا کہ کینیا، یوگنڈا اور تنزانیہ وغیرہ سے طالب علم وہاں پڑھنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ایک جرمن ساتھی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو بہت حیران ہوئے کہ بھئی کمال ہے کہ ایک افریقن اور ایک یورپین اکٹھے؟ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا آپ ایک ساتھ کیسے؟ ہم نے کہا کہ ہم اکٹھے پڑھتے ہیں۔ پوچھا کس جگہ؟ ہم نے کہا کہ ربوہ میں۔ کیا پڑھتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ دین! انہوں نے کہا کہ کمال ہے آپ دین پڑھتے ہیں اور ربوہ والے آپ کو ٹراؤزرز (trousers) بھی پہننے دیتے ہیں اور کنگھی بھی کرنے دیتے ہیں۔ یہاں دارالعلوم والے تو ہمیں کنگھی بھی نہیں کرنے دیتے۔ ہم نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ربوہ آنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر آپ اس وقت ہمارے ساتھ گئے تو یہ ٹھیک نہیں لیکن وہاں واپس جا کر اگر کوئی صورت ہوئی، کوئی رستہ ہوا تو بتا دیں گے۔ چنانچہ واپس جا کر ہم نے وکیل التبشیر صاحب سے بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم تو کسی کو مجبور نہیں کرتے، نہ دعوت دیتے ہیں۔ اگر کوئی خود اپنی مرضی سے آنا چاہے تو منع بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ ہم نے انہیں بتا دیا کہ یہ ہے جواب۔ تو کیا ہوا کہ ایک ہفتے کے بعد وہ سارے کے سارے ربوہ آ گئے۔ ایک جرمن عمر نامی بھی تھا جو ٹی آئی کالج ربوہ میں پڑھا۔ بعد میں جرمنی جا کر وہ ڈوئچے ویلے میں براڈکاسٹر بن گیا تھا۔ یہ غالباً 1958/59ء کی بات ہے۔ ایک افریقن ابو طالب تھا جو جامعہ میں پڑھا اور تنزانیہ میں ایک کامیاب مبلغ بنا۔ غیر احمدیوں نے تو بعض لوگوں کو یہ سوچ کر بھی بھجوایا کہ ہم ان کو ربوہ بھیج دیتے ہیں وہاں رہیں، پڑھیں اور بعد میں ان کے ساتھ اختلاف پیدا کریں۔ مگر یہ سب پکے احمدی ہو گئے۔

❁ ربوہ سے تعلیم حاصل کر کے ہم 1960ء میں گھانا واپس چلے گئے۔ بعد میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے لئے پاکستان آ رہے تھے۔ کراچی ایرپورٹ پر اترے جہاں سے لاہور کے لئے فلائٹ لینی تھی۔ میرے ساتھ ایک اور گھانین دوست بھی تھے۔ ہم جہاز کے انتظار میں کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں ذرا واش رُوم جانا چاہتا ہوں۔ کافی دیر تک واپس نہ آئے تو مجھے فکر ہوئی کہ اگر جہاز آ گیا تو فلائٹ سے رہ نہ جائیں۔ انہیں ڈھونڈنے نکلا تو دیکھا کہ ایک غیر احمدی مولوی نے انہیں گھیرا ہوا ہے۔ مُلّاں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس ملک سے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں گھانین ہوں۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ربوہ۔ مُلّاں نے کہا آپ قادیانی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی تو میں نے آپ کو بتایا ہے کہ مَیں گھانین ہوں۔

❁ رضوان مرحوم ایتھوپیا کے تھے۔ ان کی عربی اور اردو بہت اچھی تھی۔ احمد نگر میں رہتے تھے۔ ہم لوگ تو گرمیوں کی چھٹیوں میں مانسہرہ چلے گئے رضوان صاحب کو وہیں رہنا تھا کیونکہ وہ مولوی فاضل کی تیاری کر رہے تھے۔ اس دوران وہ جامعہ کے بعض طلبا اور اساتذہ کے ساتھ پکنک کے لئے دریائے چناب پر گئے۔ پکنک کے دوران وضو کرنے کے لئے دریا کی طرف گئے تو اچانک پاؤں پھسلا اور وہ دریا میں گر گئے۔ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے کافی کوشش کی لیکن بچ نہیں سکے۔ یہ بہت دردناک واقعہ تھا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ان کی وفات کا بہت افسوس ہوا تھا۔ ان کی تدفین ربوہ ہی میں ہوئی۔ ہم نے ان کے والد صاحب کو ایتھوپیا میں ان کی وفات کی اطلاع دی اور لکھا کہ وہ بہت نیک طبیعت کے تھے، ذہین تھے اور پڑھائی میں بہت اچھے تھے۔ ان کے والد نے خط کا جواب دیتے ہوئے ہمیں لکھا کہ ہم نے تو اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اب اگر خدا کی یہی مرضی تھی تو ہم اس کی رضا پر راضی ہیں۔

❁ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس وقت ربوہ میں بجلی نہیں تھی۔ ہوسٹل میں شیخ عمری عبیدی صاحب کے پاس جو لالٹین تھی وہ اس سے ڈبل فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس کی روشنی میں پڑھتے بھی تھے اور ایک برتن میں پانی ڈال کر اس کے اوپر رکھ دیا کرتے تھے۔ جب پانی ابلنے لگتا تو پھر اُس سے چائے بنا لیتے۔ ایک دفعہ کیا ہوا کہ ابلا ہوا پانی اتار رہے تھے تو وہ ابلتا ہوا پانی ان کے اوپر گر گیا۔ تکلیف میں اس پر زور زور سے ہاتھ ملا تو وہاں سے جلد (جھلّی) اتر گئی۔ اندر کی جلد تو اتنی کالی نہیں ہوتی۔ اس وقت غالباً مولانا محمد احمد جلیل صاحب ہمارے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ انہوں نے تسلی دی کہ دوائی بھی مل جائے گی اور ٹھیک بھی ہو جاؤ گے۔ مگر عمری عبیدی صاحب نے (از راہ تفنّن یا فکرمندی سے) اس بات کا اظہار کیا کہ ٹھیک ہے دوائی بھی مل جائے گی اور زخم بھی ٹھیک ہو جائے گا مگر میرا بلیک کلر واپس آئے گا یا نہیں؟ عمری عبیدی صاحب بعد میں اپنے ملک کے وزیرِ انصاف بنے۔ اگر بلیک کلر نہ ہوتا تو کیسے بنتے!

☆☆☆

مُہرِ وسیلہ

حبیب کبریا کے نام پر اک رات ہو جائے
محمدؐ مصطفیٰ کی شان میں اک نعت ہو جائے

مبارک آؤ اِمشب ہم بھی ایسے رت جگا کر لیں
کسی لمحے خدائے آسماں سے بات ہو جائے

درود و ذکرِ محبوبِ خدا کچھ اس طرح سے ہو
کہ دن پھر عید کا دن، شب شبِ بارات ہو جائے

چڑھے سورج نیا حسنِ عمل کا اپنی دنیا میں
کہ ہر اک سوچ شیطانی کو جس سے مات ہو جائے

مری شاخِ تمنّا پر بہاروں پہ بہار آئے
جو نورِ مصطفائی کی اگر برسات ہو جائے

مری نسلوں کی دنیا کا بنے انمول ورثہ جو
عنائت حوضِ کوثر سے کوئی سوغات ہو جائے

کوئی نظرِ عنائت ہو مری نا چیز ہستی پر!
معزّز دو جہانوں میں مری اوقات ہو جائے

مری عرضی تبھی مقبول ہو گی اے مرے آقا!
ترے مہرِ وسیلہ سے اگر اثبات ہو جائے

ظفؔر ایسے گدا سے شاہ بھی پھر فیض پاتے ہیں
عطا جس کو درِ احمدؐ سے کچھ خیرات ہو جائے

(مبارک احمد ظفؔر)

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز
میاں حنیف احمد کامران
ربوہ 0092 47 6212515
15 لنڈن روڈ، مورڈن SM4 5HT
0044 203 609 4712
0044 740 592 9636

جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کے
24ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

☆......اس جلسہ سے ہمارے علم میں بہت اضافہ ہوا ہے اور پیغمبر اسلام کی سیرت کا پتہ چلا ہے۔ ☆......اسلام کے بارہ میں ہماری بہت سی غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔

(جلسہ میں شامل غیر از جماعت مہمانوں کے تأثرات)

رپورٹ: عبدالستّار خان۔ امیر جماعت احمدیہ گوئٹے مالا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کو اپنا 24 واں جلسہ سالانہ مورخہ 13، 14، 15 دسمبر 2013ء کو مسجد بیت الاوّل میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔ امسال مکرم نسیم مہدی صاحب (نائب امیر و مربی انچارج یو ایس اے) بطور مہمان خصوصی تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ مکرم ڈاکٹر وسیم سید صاحب نیشنل سیکرٹری وقف جدید یو ایس اے تھے۔

❁ جلسہ سے ایک روز قبل ہوٹل Holiday Inn میں ایک پریس کانفرنس ہوئی جس میں مکرم نسیم مہدی صاحب نے نیشنل ٹی وی TV. Note 7 اور AFP کے نمائندوں کو جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف کروایا۔ بعد ازاں نمائندگان کے سوالات کے جوابات بھی دئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اگلے روز Note 7 TV نے اس انٹرویو کو نشر کیا۔ نیز نمائندہ AFP کی خبر اخبار El Peridico اور ملک Chile کے اخبار Terra میں شائع ہوئی۔

❁ ساڑھے تین بجے مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نے لوائے احمدیت اور خاکسار نے گوئٹے مالا کا پرچم لہرایا۔ دعا کے بعد جلسہ سالانہ کی افتتاحی تقریب کا آغاز مہمان خصوصی کے زیر صدارت تلاوت قرآن کریم و سپینش ترجمہ سے ہوا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے محبت بھرے پیغام کا سپینش زبان میں ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس پیغام میں فرمایا:

[اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ کو بہت مبارک کرے اور آپ اس کی روحانی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں۔ ......جلسہ سالانہ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شاملین جلسہ تقویٰ کے معیار میں ترقی کریں۔ صداقت شعاری اور خوفِ خدا ان میں پیدا ہو۔ باہمی محبت و اخوت۔ ایثار و ہمدردی میں اس حد تک کمال حاصل کریں جو دوسروں کے لئے نمونہ ہوں۔ اخلاص و وفا میں ترقی ہو اور خدا کے ساتھ زندہ اور حقیقی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پس آپ لوگ اس جلسہ میں شامل ہو کر اپنے علمی معیار کو بلند کریں اور جو کچھ سیکھیں اسے اپنی عملی زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ ......یاد رکھیں کہ حقیقی مومن دوسروں کے لئے ہمیشہ نیک تمنّائیں رکھتے ہیں۔ ......اگر ہر فرد جماعت ......بدظنی سے بچے اور اس پر 100 فیصد عمل پیرا ہو جائے تو جماعت کی ترقی کی رفتار میں غیر معمولی اضافہ ہوسکتا ہے۔

گوئٹے مالا کے لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا عملی نمونہ اس قدر شاندار ہو کہ لوگوں کو متوجہ کرنے والا ہو۔ اور یہ بھی جلسہ کی اغراض میں سے ایک اہم غرض ہے۔ ......اسی طرح میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ خلافت اور نظام خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق پیدا کریں۔ آج اسلام کا غلبہ خلافتِ احمدیہ سے وابستہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اس مقدس و بابرکت نظام کے معین و مددگار بن جائیں۔ اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی نظام خلافت کے ساتھ وابستہ کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کریں۔ اللہ اس مقصد میں آپ کو کامیاب کرے۔]

بعد ازاں مکرم نسیم مہدی صاحب نے افتتاحی تقریر کی۔ جس میں آپ نے ذکرِ الٰہی کے مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد حاضرین کو سوالات کرنے کا بھی موقع دیا گیا۔ 40 افراد نے اس اجلاس میں شرکت کی۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد عشائیہ کا انتظام تھا جس میں نومبایعین سے تبلیغی و تربیتی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

❁ دوسرے دن کے پہلے اجلاس کا آغاز 9:30 بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعد ازاں مکرم Dario Samayoa صاحب نے ''تبلیغ کی اہمیت'' اور اس کے بعد مکرم David Gonzalez نے ''ہمارے عقائد'' کے موضوع پر تقریر کی۔

بعد ازاں خلفائے احمدیت سے متعلق ایک ویڈیو ڈاکومنٹری پیش کی گئی۔

نماز ظہر وعصر کے بعد اِس دن کے آخری اجلاس کا آغاز ہوا جس میں خاکسار نے ''ایک احمدی مسلمان کی ذمّہ داریاں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ اور مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نے ''خلافت کی اہمیت و برکات'' کے موضوع پر تقریر کی۔ آخر پر احباب کو سوالات کرنے کا موقع دیا گیا۔

❁ T.V کے نمائندگان نے محترم نسیم مہدی صاحب کا تفصیلی انٹرویو لیا جس میں جماعت کے مختصر تعارف کے ساتھ ہیومینٹی فرسٹ کے تحت خدمت انسانیت کے کاموں کا بالخصوص ذکر کیا گیا۔

❁ Maya قوم کے لیڈر اپنے 5 ساتھیوں کے ساتھ جلسہ سالانہ میں شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ ایک سابق ممبر پارلیمنٹ، یونیورسٹی کے پروفیسرز، ایک جج اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے کئی افراد نے آخری اجلاس میں شرکت کی۔

اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع سپینش ترجمہ سے ہوا۔ اس کے بعد مکرم Dario Samayoa صاحب نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ بعد ازاں خاکسار نے ''مسئلہ نجات'' کے موضوع پر تقریر کی۔ مکرم David صاحب نے ہیومینٹی فرسٹ کی خدمت انسانیت پر تقریر کی اور ایک ڈاکومنٹری پیش کی۔ آخری تقریر مکرم نسیم مہدی صاحب نے ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امن کے شہزادے'' کے موضوع پر کی جس کے بعد حاضرین کو سوالات کرنے کا موقع بھی دیا گیا۔ نیز حاضرین کو جماعتی لٹریچر بھی دیا گیا۔

مہمانوں کے تأثرات

Maya قوم کے وفد نے بہت شکریہ کے جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ اس جلسہ کے ہمارے علم میں بہت اضافہ ہوا ہے اور پیغمبر اسلام کی سیرت کا پتہ چلا ہے۔

ایک پروٹسٹنٹ نے کہا کہ اسلام کے بارہ میں ہماری بہت سی غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔

دعا کے ساتھ اس اجلاس کا اختتام ہوا۔

جلسہ کے آخری اجلاس کی حاضری 135 تھی۔

اہم شخصیات سے ملاقات

مورخہ 16 دسمبر 2013ء کو گوئٹے مالا شہر کے میئر Mr. Arza Alvaro سے ایک جماعتی وفد کی ملاقات ہوئی۔ اس وفد میں مولانا نسیم مہدی صاحب (امریکہ)، مکرم ڈاکٹر وسیم سید صاحب (امریکہ)، مکرم David صاحب اور خاکسار شامل تھے۔ میئر (سابق صدر مملکت) کو کتاب World Crisis and Pathway to Peace دی گئی نیز مختلف جماعتی لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔

اس ملاقات میں جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے امن سے متعلق لیکچرز پر بات ہوئی۔

اس کے بعد وزیر صحت Dr Jorge Alejandro Villavicencio سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس وفد میں Dr. Otto Cabrera بھی شامل ہوئے۔ اس ملاقات میں بھی خاص طور پر ہیومینٹی فرسٹ کے کاموں پر تفصیلی بات ہوئی۔ وزیر صحت نے اِن کاموں کا سراہا۔

قارئین سے درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن حقیر کوششوں کے بہترین نتائج پیدا کرے۔

❁......❁......❁......❁

اے فضلِ عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کرے گا

(جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے (مرحوم))

اس دہر کا ہر پیروجواں یاد کرے گا
اے فضلِ عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کرے گا

پائے گا وہ خود اپنی زباں میں بھی لطافت
جو بھی ترا اندازِ بیاں یاد کرے گا

اے صاحبِ اعجازِ قلم تجھ کو یہ عالَم
جب تک ہے لہو دل میں رواں یاد کرے گا

ہر اہلِ سخن ۔ اہلِ نظر ۔ اہلِ تفکّر
حسنِ نظروفکر و بیاں یاد کرے گا

اے کوہِ وقار! عظمتِ انسان کے پیکر!
عظمت کو تیری کوہِ گراں یاد کرے گا

القصّہ ترے فیض ، ترے جُود و کرم کو
جو شخص جہاں ہو گا وہاں یاد کرے گا

براہ کرم آپ ہم سے رابطہ فرمائیں!

اگر آپ نے کبھی کوئی کتاب یا مقالہ لکھا ہے یا آپ کی کوئی تصنیف شائع ہوئی ہے تو درخواست ہے کہ اولین فرصت میں ہم سے رابطہ فرمائیں۔

''ریسرچ سیل'' ایسی تمام کتب/ اخبارات ورسائل اور مقالہ جات کا ڈیٹا Data اکٹھا کر رہا ہے جو 1889ء سے لے کر اب تک کسی بھی احمدی کی طرف سے شائع شدہ ہوں۔ درج ذیل کوائف کے مطابق ہمیں فیکس یا ای میل کریں۔ اگر آپ کے پاس سلسلہ کی پرانی کتب موجود ہیں تو بھی درخواست ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں۔ آپ کے تعاون کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا۔

ضروری کوائف: کتاب کا نام: مصنف/مرتب/مترجم کا نام: ایڈیشن: مقام اشاعت: تاریخ اشاعت: ناشر/طابع: تعداد صفحات: زبان: موضوع۔

برائے رابطہ انچارج ریسرچ سیل۔ پی او باکس 14۔ چناب نگر۔ ربوہ۔ پاکستان

فون نمبرز: آفس: **0092476214953**
Res:0476214313, Mob:03344290902
فیکس نمبر: **0092 476 211943** ای میل: research.cell@saapk.org

(انچارج ریسرچ سیل۔ ربوہ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2013ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمٰن)

(قسط نمبر117)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کُفر پر کرتے ہیں مہر
یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں آئینہ دار

(درِّثمین شائع کردہ نظارت نشرواشاعت قادیان صفحہ 161)

قارئین الفضل کی خدمت میں ماہ دسمبر 2013ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کے خلاف ہونے والے واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محض اپنے فضل سے اپنی حفظ وامان میں رکھے، اور جلد از جلد شریروں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔ آمین

مدرسہ میں پڑھنے والوں کے اخلاق!

پورانوالہ، ضلع گجرات؛ 9دسمبر2013ء: یہاں پر مقامی طور پر جماعتِ اسلامی کے ایک سرگرم رکن کی زیرِ سرپرستی قائم ایک مدرسہ میں پڑھنے والے چند شر پسند طلباء نے ’مسلمانوں‘ کی مسجد کے پیش امام کے بیٹے کے ساتھ مل کر ایک احمدی کے صحن میں مال مویشی کا گوبر پھینک دیا۔ لوکل جماعت کے سرکردہ افراد اور صدر جماعت نے یہ معاملہ گاؤں کے بزرگوں کے سامنے پیش کیا جس پر انہوں نے اس حرکت کی سخت مذمت کرتے ہوئے مناسب کارروائی کرنے کا وعدہ کیا ہے تاکہ مستقبل میں اس قسم کا کوئی بھی واقعہ رونما نہ ہو۔

ایک معصوم بچی کی تدفین میں روک

کتھووالی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ؛ 20دسمبر2013ء: حال ہی میں کتھووالی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں واقع احمدیوں اور غیر احمدیوں کے مشترکہ قبرستان میں ایک ڈیڑھ سالہ معصوم بچی کی تدفین کرنے سے صرف اس لئے روک دیا گیا کیونکہ وہ بچی احمدی تھی۔ اطلاعات کے مطابق اس بچی کی وفات مؤرخہ 19دسمبر کو ہوئی اور 20دسمبر بروز جمعۃ المبارک جب اس کے عزیز تدفین کے لئے مقامی قبرستان پہنچے تو وہاں پر مقامی ملّاں ڈنڈوں اور سونٹوں سے لیس لگ بھگ پچاس افراد کے ساتھ موجود تھے۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ان مُلّاؤں کو پاکستان میں موجود حکمران پارٹی کی تائید حاصل ہے اور مقامی انتظامیہ بھی جماعتِ احمدیہ کے خلاف ہر جائز و ناجائز بات میں حیلے بہانے کر کے ملّاں کا ہی ساتھ دیتی نظر آتی ہے۔

قبرستان میں موجود اس ہجوم نے احمدیوں کو اس قبرستان میں اپنی معصوم بچی کی تدفین کرنے کی اجازت نہ دی اور انہیں اس بچی کی قبر تک کھودنے سے منع کر دیا۔ بعدازاں اس گاؤں کے ایک شریف النفس اور خدا خوفی رکھنے والے آدمی نے اس بچی کے والدین کو قبرستان سے کچھ ہی فاصلہ پر واقع اپنا ملکیتی قطعہ زمین تدفین کے لئے پیش کر دیا۔

احمدیوں کو تکالیف تو پہنچائی ہی جاتی تھیں لیکن کچھ عرصہ سے مخالفین احمدیت وفات یافتہ احمدیوں کی قبروں اور احمدیوں کے قبرستانوں کی بے حرمتی کر کے نیز معصوم احمدیوں کی تدفین میں روکیں ڈال کر انسانیت سوز مثالیں رقم کر رہے ہیں۔

ایک اور احمدی کی تدفین میں روک

29دسمبر2013ء: پاکستان کے ایک انگریزی اخبار The Business Standard میں درج ذیل رپورٹ شائع ہوئی:

’صوبہ پنجاب میں ’مسلمانوں‘ کے ایک ہجوم نے جماعتِ احمدیہ سے تعلق رکھنے والے ایک آدمی کو ایک مشترکہ قبرستان میں اپنی بیوی کی تدفین کرنے سے روک دیا۔

ضلع فیصل آباد کے رہائشی اقبال رانجھا کی بیوی کل (مؤرخہ 28دسمبر) کو فوت ہوگئی تھیں۔ جب اقبال صاحب بعض ممبرانِ جماعت احمدیہ کے ہمراہ ان کی تدفین کے لئے کتھووالی میں موجود احمدیوں اور ’مسلمانوں‘ کے مشترکہ قبرستان میں پہنچے تو وہاں ’مسلمانوں‘ کا ایک مجمع مقامی ملّاں پارٹی کے ساتھ موجود تھا جنہوں نے اقبال صاحب سے کہا کہ اس قبرستان میں کسی احمدی کو دفنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ قبل اس کے کہ فریقین کا تنازعہ تصادم کی شکل اختیار کر جاتا پولیس موقع پر پہنچ گئی اور انہوں نے احمدیوں کو اس بات پر قائل کر لیا کہ وہ متوفیہ کی تدفین کسی اور جگہ پر کر دیں۔ چنانچہ احمدی احباب کو اپنے قصبہ سے چند کلومیٹر دور تدفین عمل میں لانا پڑی۔

نفرت انگیزی اور
فتنہ پردازی کے خلاف قانون

لاہور؛6دسمبر2013ء: لاہور سے نکلنے والے اخبار The Friday Times نے اپنے نمائندہ رضا رومی کی جانب سے ممبر CII (کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی) اور چیئر مین پاکستان علماء کونسل مولانا طاہر اشرفی کا لیا گیا ایک انٹرویو شائع کیا۔ یہ انٹرویو ماہ محرم کے دوران راولپنڈی میں رونما ہونے والے اس افسوسناک سانحہ کے بعد لیا گیا جس میں شیعہ اور سنی گروہوں میں تصادم کی وجہ سے ایک درجن کے قریب افراد بہت بے دردی سے قتل کر دیے گئے تھے۔ اس انٹرویو کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

’**رومی:** آپ کے ایجنڈا میں مذکور نکات میں سے کونسے تین نکات ایسے ہیں جنہیں نہایت اہم قرار دیا جاسکتا ہے؟

اشرفی: اول یہ کہ کوئی اسلامی فرقہ یا مسلمان کسی دوسرے فرقہ یا اس سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ’کافر‘ نہ قرار دے۔ دوسرے یہ کہ مذہبی منافرت پھیلانے والے ہر قسم کے لٹریچر پر مکمل پابندی عائد کی جانی چاہیے۔ نیز یہ کہ مذہبی جذبات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے لاؤڈ سپیکر کے غیر ذمہ دارانہ استعمال کی ممانعت ہونی چاہیے۔ تیسرے یہ کہ کسی فردِ واحد کو بھی یہ اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی ازواجِ مطہراتؓ، صحابہ کرامؓ اور امام مہدی کی شان میں کسی بھی قسم کی کوئی بھی گستاخی کرے۔ مزید برآں باہمی برداشت اور رواداری کو فروغ دینے کے لئے سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جانا چاہیے۔ خطباتِ جمعہ ایسے موضوعات پر دیے جانے چاہئیں جن سے شیعہ اور سنی دونوں مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ یہ میرے پندرہ نکاتی ایجنڈا میں سے چند نکات ہیں۔ ایسے سخت قوانین وضع کیے جانے چاہئیں کہ کوئی بھی شر پسند خطیب کسی دوسرے کے خلاف نفرت انگیزی پھیلانے کی جرأت نہ کر سکے۔‘

مولانا صاحب نے کیا خوب فرمایا! لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کے خلاف فتنہ پردازی اور شر انگیزی کرنا مولانا صاحب کا محبوب مشغلہ ہے۔

3 ستمبر 2009ء کو ایکسپریس نیوز پر چلنے والے ایک ٹی وی شو میں مولانا صاحب ہمیں یہ بیان دیتے دکھائی دیتے ہیں کہ احمدیوں کو اپنے عقائد پر عمل کرنے کا بھی کوئی حق نہیں۔ اس نے مزید یہ کہا کہ احمدیوں کو اپنا نیا logo اور نیا کلمہ بنا لینا چاہیے کیونکہ وہ (حضرت) مرزا (غلام احمد) قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر ایمان رکھتے ہیں۔ مولانا صاحب شاید اس پروگرام میں یہ بیان کرنا بھول گئے تھے کہ ہمارے بریلوی بھائی اپنے بعض بزرگوں سے عبادت کی حد تک عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں۔

مزید برآں اسے اپنے گھر پر بھی نظر ڈالنی چاہیے۔ اس کا اپنا بھائی حسن معاویہ المشہور ’آقا ٹوٹی‘ لاہور میں معصوم اور سیدھے سادھے احمدیوں کو ڈرانے، دھمکانے، ان کے خلاف لوگوں کو اکسانے، انہیں تھانے کچہری میں گھسیٹنے نیز دیگر مختلف کارروائیاں کرنے کے لیے بدنام ہے۔

مولانا صاحب کو اس آیت قرآنی پر بھی غور کرنا چاہئے جس میں ایک عام مسلمان کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ ’تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں؟‘

بلاشبہ معاشرے میں بہتری کے لئے جو نکات مولانا کی طرف سے پیش کیے گئے ہیں ان سے فضا کے پُرامن ہونے کا بہت حد تک امکان ہے، مگر یہ بھی اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ ان نکات پر تمام علماء بلاتفریق فرقہ وعقیدہ یکساں طور پر عمل پیرا ہوں۔ اگر ان امور میں کسی بھی قسم کا کوئی بھی استثناء رکھا گیا خواہ وہ احمدیوں کے خلاف تقاریر کرنے کی بابت ہی کیوں نہ ہو تو یہ تجاویز پاکستان میں قیامِ امن میں اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر رہیں گی گویا ناقابلِ عمل رہ جائیں گی۔

علماء کے لئے ضابطۂ اخلاق!!

لاہور: روزنامہ دن لاہور کے 3دسمبر کے شمارہ میں صوبہ پنجاب کے وزیرِ اوقاف عطا مانیکا کی زیرِ صدارت ہونے والی ایک میٹنگ میں طے پانے والے امور سے متعلق درج ذیل رپورٹ شائع ہوئی:

’☆ علماء کے لئے مساجد میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی مکمل طور پر ممانعت ہوگی سوائے اذان اور خطبہ کے عربی حصہ کے؛ کسی کو بھی کافر نہیں کہا جائے گا؛ ضابطۂ اخلاق تیار ہے۔

☆ مساجد کے خطیب اور ذاکر حضرات کسی بھی صورت اہلِ بیت، اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی شان میں گستاخانہ بات نہ کریں گے۔ کسی بھی دوسرے مکتبِ فکر کے خلاف اشتعال انگیز تقاریر کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

☆ ہر فرقہ کے نزدیک مقدس مقامات، عبادت گاہوں اور بزرگانِ اسلام کے مقابر کے تقدّس کو یقینی بنایا جائے گا۔‘

’**لاہور:** (ٹی وی رپورٹ) مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کی میٹنگ میں علماء کے لئے ایک ضابطۂ اخلاق کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اس میٹنگ میں حافظ طاہر محمود اشرفی کی جانب سے پیش کیے جانے والے ایجنڈا میں سے نَو نکات کو منظور کر لیا گیا۔ اس کے مطابق کوئی بھی فرقہ کسی دوسرے فرقہ کو ’واجب القتل‘ قرار دینے کا مجاز نہ ہوگا وغیرہ۔ (دیگر امور کا اس سے قبل ذکر آچکا ہے)۔‘

یہ ایک اچھا فیصلہ ہے۔ لیکن ان تمام شقوں کو علماء کی جانب سے احمدیوں کے خلاف کی جانے والی بے لگام بد زبانی اور دشنام دہی پر بھی لاگو کرنا چاہیے۔

بنگلہ دیش میں
جماعتِ اسلامی کے رہنما کو سزا

ڈھاکہ: جماعتِ اسلامی اور اس سے تعلق رکھنے والے افراد دنیا کے کئی ممالک میں بستے ہیں۔ اس جماعت کے بانی مولانا مودودی پاکستان میں رہتے تھے اس لئے اس جماعت کی اکثریت بھی پاکستان ہی میں رہنے والوں پر مشتمل ہے۔ یہ جماعت پاکستان کی سیاست اور مذہبی امور سے تعلق رکھنے والے معاملات پر بہت اثر رکھتی ہے۔ یہ جماعت احمدیوں کے خلاف چلائی جانے والی تحریکات کی روحِ رواں ہونے کے ساتھ ساتھ احمدیوں کی مخالفت کو ہوا دینے میں بھی پیش پیش رہتی ہے۔ اس تناظر میں جمعۃ المبارک 13دسمبر 2013ء کو منظرِ عام پر آنے والی ABC نیوز کی ایک رپورٹ کے کچھ حصے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ یہ رپورٹ اے بی سی نیوز کے کارسپانڈنٹ برائے جنوبی ایشاء مائیکل ایڈورڈز نے تیار کی تھی۔

(باقی آئندہ)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد مُلّاؤں اور ان کے سرپرستوں اور ہمنواؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعائیں بکثرت پڑھیں

...... رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔
اے اللہ ہر چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما

...... اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔
اے اللہ! ہم تجھے سپر بنا کر دشمن کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ہم ان کے تمام شر اور مضر اثرات سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

...... اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً
اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

دو اسیران کابل کی سنگساری کا چشمدید منظر

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 6؍جولائی 2010ء میں مکرم فضل کریم صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں دو اسیرانِ کابل کی سنگساری کا چشمدید منظر بیان کیا گیا ہے۔ یہ مضمون 1926ء کی ایک پرانی اشاعت سے منقول ہے۔

آپ تحریر کرتے ہیں کہ کابل کے رہنے والے ایک شخص نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر یہ داستان بیان کی کہ (1925ء میں) میری دکان کے پاس سے دس پندرہ پولیس والے دو آدمیوں کو گرفتار کئے ہوئے لئے جارہے تھے۔ ایک ان میں نوجوان قریباً 30 سال کا تھا اور ایک عمر رسیدہ پچاس سے زیادہ عمر کا تھا۔ دونوں پابجولاں تھے۔ دونوں کے سروں پر عمامے بدن پر کوٹ سلوار پیروں میں جوتے تھے، پیچھے پیچھے ایک بڑا ہجوم تھا جو کہ جوں جوں آگے بازار میں بڑھتا چلا جارہا تھا اور لوگ اس میں شامل ہوتے چلے جارہے تھے اور آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہوئے چلے جارہے تھے گویا کہ کسی تماشہ کو دیکھنے جارہے ہیں۔

منادی کرنے والا جگہ بہ جگہ کھڑا ہوکر اعلان کرتا تھا کہ ان دونوں قادیانیوں کو بحکم قضاۃ آج بعد نماز عصر سنگسار کیا جائے گا۔ دونوں مجرمان خاموش تھے۔ چہروں کا رنگ زرد تھا۔ بڈھے (عبدالحلیم صاحب) کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور کچھ پڑھتا جارہا تھا۔ چونکہ پہلے ہمیں معلوم تھا کہ سنگساری آسیہ بائی ہوگی۔ مَیں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ اسی مقام پر گیا مگر وہاں جاکر معلوم ہوا کہ سنگساری شیر پور ہوگی۔ پھر ہم شیر پور گئے، وہاں جاکر ایک جم غفیر دیکھا اور لوگ جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد قاضی القضاۃ ایک ٹانگے پر آئے۔ ٹانگے سے اترتے ہی حکم دیا کہ جولان توڑ دیئے جائیں اور مجرمان سے کہا گیا کہ اگر وہ کچھ نوافل یا نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھ لیں۔ دونوں نے دو دو یا چار چار، اب ٹھیک یاد نہیں، رکعت نماز ادا کی۔ مخلوق ہرطرف پہاڑوں کے ڈھلوان پر اونچی جگہ کھڑی تھی اور مجرمان نچلی جگہ تھے۔ بعد نماز مجرمان کے عمامے کوٹ اور جوتے اتروا دیئے گئے اور صرف کرتے اور سلواریں ان کے بدنوں پر رہنے دیئے گئے ہیں۔ پھر پولیس کے آدمیوں نے دونوں کو دھکیل کر نچلی طرف کردیا۔ مَیں نے خود نہیں سنا مگر لوگ کہتے تھے کہ وہ دونوں یہ کہہ رہے تھے کہ روز محشر میں فیصلہ ہوگا کہ کون حق پر ہوگا۔

آخرکار قاضی نے پتھر اٹھاکر مارا۔ اس کا مارنا تھا کہ لوگوں نے، جو پہلے سے ہی پتھروں سے جھولیاں بھرے کھڑے تھے، بارش کی طرح پتھر برسانے شروع کردیئے۔ دونوں مجرمان کھڑے تھے۔ مَیں ان سے پندرہ بیس قدم پر تھا مگر کوئی چیخ و پکار ان کی نہ سنی۔ جب بڈھے (مولوی عبدالحلیم صاحب) کو پتھر پڑنے شروع ہوئے تو وہ اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر سربسجود ہوگیا حتیٰ کہ اسی حالت میں وہ آدھا پتھروں کے نیچے دب گیا۔ پھر ایک پتھر اس کے سر پر ایسا لگا کہ وہ بیقرار ہوکر منہ پر ہاتھ دھرے دوزانو بیٹھ گیا جیسے کوئی نماز میں بیٹھتا ہے۔ چہرہ اور سر بالکل لہولہان تھے۔ آخر اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔

دوسرا مجرم جوکہ نوجوان تھا (مولوی عبداللہ خان صاحب) کھڑا رہا۔ مگر جب اسے کوئی پتھر لگتا تو وہ گر پڑتا۔ پھر کھڑا ہوتا پھر پتھر کھاکر گر پڑتا۔ پھر اٹھتا پھر گرتا۔ پھر وہ اٹھنے کی کوشش کرتا۔ پھر سنبھل نہ سکتا۔ آخرکار اسی طرح اس کی بھی جان نکل گئی۔ دونوں پر اتنے پتھر برسائے گئے کہ دونوں کے جسم نیچے دب گئے اور سوائے پتھروں کے ڈھیر کے کچھ نظر نہ آسکتا تھا۔

مَیں نے بھی بیس پچیس پھینکے ہوں گے۔ بعض دو دو تین تین سیر وزنی ہوں گے۔ پہاڑی ہے اس لئے جو کسی کے ہاتھ آیا وہی دے مارا۔

ضمناً میں ایک واقعہ بھی بیان کردیتا ہوں۔ ایک شخص نے اپنے ایک دوست کو کابل سے ہندوستان خط لکھا کہ وہ دونوں قادیانی، جن کی سنگساری کے لئے آپ اتنی مدت انتظار کرتے رہے اور اپنی واپسی ہندوستان التواء کرتے رہے، فلاں فلاں تاریخ کو سنگسار کئے گئے۔ اور تاکہ آپ بھی اس ثواب سے محروم نہ رہیں مَیں نے آپ کی طرف سے بھی چار پتھر پھینکے تھے۔ آپ کو مبارک ہو۔ جب یہ خبر اس شخص نے پڑھی تو دوستوں سے خوشی خوشی اس کا ذکر کرتا اور ہمیں بھی طنزاً یہ خبر سنائی گئی۔ گویا کہ ان لوگوں کو ایک فتح عظیم نصیب ہوئی۔ کاش یہ لوگ سمجھتے کہ یہ ان کی فتح نہ تھی بلکہ خوفناک شکست۔ فتح تو ان کی تھی جو بقائے دوام پاگئے اور جن کا نام رہتی دنیا تک ذکر خیر کے ساتھ باقی رہے گا اور آنے والی نسلیں ان پر سلام بھیجیں گی اور خود اسی کابل کی سرزمین میں اس پاکیزہ خون سے سینچا ہوا پودا پھل لائے گا۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 12 جون 2010ء میں شامل اشاعت مکرم مبارک احمد عابد صاحب کے کلام میں شہدائے لاہور کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

دل ہوا خوں مرا اور جگر چاک ہے
ضبط ناچار اور اشک بے باک ہے
آج ٹوٹا ہے مجھ پہ وہ کوہِ ستم
چشم، تر ہے تو عارض بھی نمناک ہے

کرب وہ ہے کہ سارا جہاں رو پڑا
یہ زمیں تو زمیں آسماں رو پڑا
جس کی فطرت میں رکنا ہی لکھا نہیں
چلتے چلتے مرا کارواں رو پڑا

سانحہ دارالذکر کے دو شہید بھائی
مکرم انیس احمد صاحب
اور مکرم منور احمد صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 15؍جولائی 2010ء میں مکرم منیر احمد صاحب نے اپنے ایک مضمون میں دارالذکر لاہور کے سانحہ میں اپنے دو شہید بیٹوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ 28 مئی 2010ء کی صبح دس بجے خاکسار اپنے بیٹے کے ساتھ گھر سے دفتر کی طرف موٹرسائیکل پر سوار ہوکے گیا اور تقریباً ساڑھے دس بجے ہم اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوگئے۔ دوپہر ایک بجے میرے پاس منور احمد آیا کہ جمعہ کی نماز پڑھنے چلیں۔ میں بھی حسب معمول ساتھ ہولیا۔ منور احمد نے ہمیشہ کی طرح مجھے مسجد کے گیٹ پر اتارا اور خود موٹرسائیکل کھڑا کرنے چلا گیا۔ میں نے وضو کیا ہوا تھا۔ سیدھا مسجد میں جاکر کرسی پر بیٹھ کر نماز سنت ادا کرنی شروع کردی۔ ابھی سلام پھیرا ہی تھا کہ مسجد کے بڑے گیٹ کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ سنائی دی۔ میرا دوسرا بیٹا انیس احمد بھاگ کر میری طرف آیا کہ آپ لیٹ جائیں۔ میں نے کہا بیٹا چھپ جائیں۔ میں چھپنے کے لئے باہر نکلا، منور احمد نے باہر پلاٹ میں شور ڈالا ہوا تھا کہ اسلحہ لائیں ان کا مقابلہ کریں۔ میں نے منع کیا کہ آپ اکیلے ان کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ آپ کے پاس کوئی چیز بھی نہیں اور اسلحہ کسی کے پاس نہیں۔ اس کے بعد میں انصاراللہ کے دفتر کی گلی میں چھپ گیا۔ بعد میں گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ مَیں نے دو جنگیں لڑی ہیں لیکن اتنی گولیاں وہاں نہیں برسی تھیں جتنی یہاں پر چل رہی تھیں۔ کچھ لوگ مسجد کے اوپر سے گرینیڈ پھینک رہے تھے اور خودکش حملہ والے زیادہ نقصان کررہے تھے۔

مسجد کی پہلی صف میں جو حضرات تھے ان کو گولیوں سے چھلنی کردیا گیا۔ جب تک ان کے پاس اسلحہ تھا گولیاں چلاتے رہے کسی نے مزاحمت نہ کی۔ منور احمد کا سنا ہے کہ اس نے دہشتگرد کو پکڑا تھا مگر اس نے خودکش حملہ کرکے منور احمد کو بھی شہید کیا اور خود بھی مر گیا۔ دوپہر ایک بج کر تیس منٹ سے شروع ہونے والی آفت شام چار بج کر تیس منٹ پر ختم ہوئی۔

مجھے ساڑھے چار بجے اطلاع ملی کہ آپ کا بڑا بیٹا انیس احمد شہید ہوچکا ہے جس کو کھڑا کرکے ماتھے پر گولی ماری گئی۔ دوسرا منور احمد ہسپتال میں ہے جو کہ مجھ سے چھپائے رکھا۔ آخر آٹھ بجے پتہ چلا کہ منور احمد بھی شہید ہوگیا۔

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

مکرم انیس احمد صاحب کی عمر 35 سال تھی۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ مکرمہ عطیہ انیس صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹا عمر 7 سال اور ایک بیٹی عمر 2 سال شامل ہے۔ جبکہ مکرم منور احمد صاحب کی عمر 30 سال تھی۔ اُنہوں نے اہلیہ مکرمہ عمیرہ منور صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹی عمر 8 ماہ سوگوار چھوڑی ہے۔

مکرم نذیر احمد جنجوعہ صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 8؍جولائی 2010ء میں ہومیو ڈاکٹر مکرم مقبول احمد صدیقی صاحب کا اپنے خالو مکرم نذیر احمد جنجوعہ صاحب کے بارہ میں ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

محترم نذیر احمد صاحب جنجوعہ آف سیالکوٹ اپنی ساری فیملی کے ساتھ امریکہ شفٹ ہوچکے تھے۔ تاہم 18 مارچ 2010ء کو وہ اپنے آبائی وطن کو دیکھنے واپس آئے تو اگلے ہی روز حرکت قلب بند ہوجانے سے اُن کی وفات ہوگئی۔ وفات سے چند دن قبل آپ نے اپنے بچوں سے کہا کہ مَیں سیالکوٹ جارہا ہوں اور اب واپس نہ آؤں گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔

محترم جنجوعہ صاحب یکم جنوری 1936ء کو جموں کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد سیالکوٹ میں آباد ہوئے۔ آپ نے مختلف قسم کے کئی چھوٹے کاروبار کئے اور آہستہ آہستہ ایک بڑے کامیاب کاروباری بن کر ابھرے۔ دنیاوی مصروفیات کے باوجود آپ کا جماعت سے بے حد اخلاص اور محبت کا تعلق تھا۔ احمدیہ مسجد بیت الحمد پورن نگر کے عین سامنے آپ کا گھر تھا۔ تمام نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے اور بچوں کو بھی اس کی سختی سے تلقین کرتے تھے۔ جو بھی آپ کے ساتھ رہتا اسے آپ کی نمازوں اور عبادات سے رغبت کی جھلک نظر آجاتی۔ بچوں کی بہت اعلیٰ تربیت کی۔ آپ کے ایک بیٹے مسلسل 18 سال تک اپنے حلقہ کے صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ 2006ء میں آپ نے اپنی بیوی اور ایک دوسرے بیٹے کے ہمراہ حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ نماز جمعہ کا بھی خاص اہتمام کرتے اور اُس روز سفر کرنا بھی پسند نہ کرتے۔ خلفاء احمدیت سے بہت محبت تھی۔ ربوہ کے جلسہ سالانہ میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے رہے۔ 1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لے گئے تو آپ بھی اپنی اہلیہ کے ہمراہ وہاں جلسہ میں شامل ہوئے۔

محترم جنجوعہ صاحب اللہ کی راہ میں بہت خرچ کرنے والے وجود تھے۔ اکثر سیکرٹری مال سے دریافت کرتے کہ چندہ کا سب سے زیادہ وعدہ کس کا ہے اور پھر اپنا وعدہ اس سے زیادہ لکھواتے۔ سیالکوٹ میں کبوتراں والی، پورن نگر اور کینٹ کی مساجد کی تزئین و آرائش اور دیگر اخراجات کے لئے آپ نے خطیر رقوم دیں۔ سیالکوٹ کے احمدیہ قبرستان کے لئے بھی خطیر رقم عطیہ کی۔ کئی بیوگان اور بعض رشتہ داروں کی باقاعدگی سے مالی امداد کیا کرتے تھے۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 23 جون 2010ء میں شائع ہونے والی مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کی نظم میں شہدائے لاہور کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

وہ پیارے جو اپنے ہی خوں میں نہائے
بہت خوں رلایا بہت یاد آئے
ہے جانا تو سب کو ہی اک دن وہاں پر
ہے خوش بخت جو سرخ رُو ہوکے جائے
بلاوا انہیں آ گیا آسماں سے
وہ قربان گاہ میں نہا دھو کے آئے
نہیں کہنا مردہ وہ زندہ ہیں برحق
انہیں مل گئے اپنے رازق کے سائے
گرا ارضِ کابل پہ خونِ شہیداں
وہاں اک صدی سے بھلے دن نہ آئے
خدایا فتوحات ایسی دکھا دے
ہر اک پونچھ لے آنسو اور مسکرائے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
February 28, 2014 – March 6, 2014

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday February 28, 2014

00:10 World News
00:30 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
00:45 Yassarnal Quran: A children's programme teaching the correct pronunciation of the Holy Quran.
01:05 Inauguration Of Aiwane Tahir: Recorded on July 26, 2012 in Toronto Canada at the opening of the new Tahir Hall complex.
02:35 Japanese Service
03:30 Tarjamatul Quran Class: Recorded on March 19, 1997.
04:35 Al Maaidah: A series of culinary programmes teaching how to prepare a variety of dishes.
04:50 Liqa Maal Arab: Session no. 34
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Quran
06:55 A Message Of Peace: Recorded on December 3 and 4, 2012.
07:55 Siraiki Service
08:25 Rah-E-Huda: An interactive talk show answering questions about beliefs of Ahmadiyya Muslim Community, thus rectifying misconceptions.
10:00 Indonesian Service
11:00 Deeni-O-Fiqahi Masail: A discussion programme on issues related to Islamic jurisprudence.
11:40 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
12:05 Quran Sab Se Acha
12:30 Dars-e-Hadith
13:00 Live Friday Sermon
14:15 Yassarnal Quran
14:40 Shotter Shondane
15:55 Islami Mahino ka Ta'aruf
16:20 Friday Sermon [R]
17:35 Yassarnal Quran
18:00 World News
18:20 A Message Of Peace [R]
19:20 Real Talk
20:25 Deeni-O-Fiqahi Masail
21:00 Friday Sermon [R]
22:20 Rah-E-Huda

Saturday March 1, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Quran
01:15 A Message Of Peace
02:10 Friday Sermon: Recorded on February 28, 2014.
03:25 Rah-E-Huda
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 35
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30 Al-Tarteel: An English programme teaching the correct pronunciation of the Holy Quran.
07:00 Jalsa Salana Germany Address: Recorded on September 17, 2011.
08:00 International Jama'at News
08:30 Story Time: A children's programme featuring Islamic stories, teaching various aspects of religious and moral values.
09:00 Question And Answer Session: Recorded on June 15, 1996.
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Recorded on February 28, 2014.
12:15 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
12:30 Al-Tarteel
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: Live poem request programme.
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Spotlight
16:00 Live Rah-E-Huda: A live interactive talk show answering questions about the beliefs of the Ahmadiyya Muslim Community, thus rectifying misconceptions.
17:35 Al-Tarteel
18:05 World News
18:25 Jalsa Salana Germany Address [R]
19:30 Faith Matters: A contemporary and informative English question and answer programme exploring various matters relating to faith and religion.
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-E-Huda
22:30 Story Time
23:00 Friday Sermon [R]

Sunday March 2, 2014

00:10 World News
00:30 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:55 Al-Tarteel
01:25 Jalsa Salana Germany Address
02:30 Story Time
03:00 Friday Sermon: Recorded on February 28, 2014.
04:10 Spotlight
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 36
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25 Yassarnal Quran
06:50 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Recorded on December 8, 2013.
08:20 Faith Matters
09:20 Question And Answer Session: Recorded on March 26, 1995.
10:15 Indonesian Service
11:15 Friday Sermon: Spanish translation of Friday sermon delivered on December 21, 2012.
12:20 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
12:30 Yassarnal Quran
13:00 Friday Sermon: Recorded on February 28, 2014.
14:10 Shotter Shondhane
15:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal [R]
17:00 Kids Time: A children's program teaching various prayers, Hadith, general Islamic knowledge and arts and crafts.
17:30 Yassarnal Quran
18:00 World News
18:25 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal [R]
19:30 Real Talk
21:00 Attractions Of Canada: A documentary about the Prince Edward Island in Canada.
21:45 Friday Sermon [R]
23:00 Question And Answer Session [R]

Monday March 3, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Quran
01:10 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal
02:40 Friday Sermon: Recorded on February 28, 2014.
03:50 Real Talk
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 37
06:00 Tilawat & Dars
06:30 Al-Tarteel
07:00 Reception In Hamburg: Recorded on December 5, 2012.
08:15 International Jama'at News
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on December 8, 1997.
10:00 Friday Sermon: Indonesian translation Friday sermon delivered on December 13, 2013.
11:00 Jalsa Salana Qadian Speech
12:00 Tilawat & Dars
12:30 Al-Tarteel
13:00 Friday Sermon: Recorded on May 9, 2008.
14:05 Bangla Shomprochar
15:05 Jalsa Salana Qadian Speech
16:00 Rah-E-Huda: A live interactive talk show answering questions about the beliefs of the Ahmadiyya Muslim Community, thus rectifying misconceptions.
17:30 Al-Tarteel
18:00 World News
18:20 Reception In Hamburg [R]
19:35 Real Talk: A talk show series discussing social issues affecting today's youth.
20:35 Rah-E-Huda
22:10 Friday Sermon [R]
23:15 Jalsa Salana Qadian Speech

Tuesday March 4, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars
00:50 Al-Tarteel
01:20 Reception In Hamburg
02:35 Kids Time: A children's program teaching various prayers, Hadith, general Islamic knowledge and arts and crafts.
03:05 Friday Sermon: Recorded on May 9, 2008.
04:05 Jalsa Salana Qadian Speech
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 38
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Quran
07:05 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Recorded on December 8, 2013.
08:00 Australian Service
09:00 Question And Answer Session: Recorded on March 26, 1995.
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Sindhi translation of Friday semon delivered on February 28, 2014.
12:05 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:30 Yassarnal Quran
13:00 Real Talk
14:00 Bangla Shromprochar
15:00 Spanish Service
15:30 Quiz
16:30 Seminar Seerat-un-Nabi
17:30 Yassarnal Quran
18:00 World News
18:25 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal [R]
19:30 Friday Sermon: Arabic translation of Friday semon delivered on February 28, 2014.
20:30 Australian Service
21:00 From Democracy To Extremism
22:00 Seminar Seerat-un-Nabi
23:00 Question And Answer Session [R]

Wednesday March 5, 2014

00:00 World News
00:15 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50 Yassarnal Quran
01:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal
02:30 Quiz
03:30 Australian Service
04:00 Seminar Seerat-un-Nabi
05:00 Liqa Maal Arab: Session no. 39
06:00 Tilawat & Dars
06:40 Al-Tarteel
07:10 Jalsa Salana Germany Address: Recorded on September 16, 2011.
07:40 Quranic Archeology
08:15 Real Talk: A talk show series discussing social issues affecting today's youth.
09:20 Question And Answer Session: Recorded on June 15, 1996.
10:15 Indonesian Service
11:15 Swahili Service
12:15 Tilawat & Dars
12:55 Al-Tarteel
13:30 Friday Sermon: Recorded on May 9, 2008.
14:30 Bangla Shomprochar
15:35 Deeni-O-Fiqahi Masail: A discussion programme on issues related to Islamic jurisprudence.
16:10 Kids Time: A children's program teaching various prayers, hadith, general Islamic knowledge and arts and crafts.
16:40 Faith Matters
17:40 Al-Tarteel
18:15 World News
18:35 Jalsa Salana Germany Address [R]
19:05 Quranic Archeology
19:45 Real Talk
20:50 Deeni-O-Fiqahi Masail
21:25 Kids Time
21:55 Friday Sermon [R]
23:00 Intikhab-e-Sukhan

Thursday March 6, 2014

00:05 World News
00:20 Tilawat & Dars
01:00 Al-Tarteel
01:30 Jalsa Salana Germany Address
02:00 Deeni-O-Fiqahi Masail
02:35 Jalsa Seerat-un-Nabi
03:25 Quranic Archeology
04:00 Faith Matters
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 40
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Quran
07:00 Press conferences In Europe: Recorded in December 2012.
08:05 Beacon Of Truth: An interactive English talk show series exploring various matters relating to Islam.
09:10 Tarjamatul Quran Class: Recorded on March 19, 1997.
10:15 Indonesian Service
11:15 Pushto Service
12:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:30 Yassarnal Quran
13:00 Beacon Of Truth
14:00 Friday Sermon: Bengali translation of Friday sermon on February 28, 2014.
15:00 Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
15:30 Muzakarah
16:00 Maseer-E-Shahindgan
16:35 Tarjamatul Quran Class [R]
17:35 Yassarnal Quran
18:05 World News
18:30 Live Al-Hiwar-ul-Mubashir: An Arabic discussion programme.
20:35 Muzakarah
21:05 Tarjamatul Quran Class [R]
22:10 Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
22:40 Yassarnal Quran
23:05 Beacon Of Truth

Please note MTA2 will be showing French & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 21 Friday 21 February, 2014 Issue No. 08

بینن (مغربی افریقہ) میں جماعت احمدیہ کے عہدیداران اور لوکل معلمین کے ریفریشر کورس کا انعقاد

ازقلم: ناصر احمد محمود طاہر۔ مبلغ سلسلہ بینن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امراء جماعت کو ہدایت فرمائی تھی کہ اپنے اپنے ملک میں لوکل مجالس عاملہ کے ممبران، معلمین اور داعیان الی اللہ کے ریفریشر کورسز کا بھی اجراء کریں۔ حضور انور کی اس ہدایت کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امیر صاحب بینن محترم رانا فاروق احمد صاحب کو بھی مبلغینِ کرام کے ساتھ پروگرام بنانے اور اس وقت تک ملک بھر کے چودہ اضلاع میں 4،4 یا 5،5 جماعتوں کے حلقے بنا کر مقامی مجالس عاملہ کے ممبران کا یک روزہ یا دوروزہ ریفریشر کورس منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان ریفریشر کورسز میں پہلے عہدیداران کو نظامِ جماعت اور اپنے اپنے عہدوں کے بارے میں تفصیل سے ہدایات دے کر کام سمجھانے کی پوری کوشش کی گئی۔ نیز جہاں ریفریشر کورس منعقد ہوتا اس گاؤں کے مقامی افراد کے گھروں تک پہنچ کر ذاتی تعلق اور رابطہ کا ایک سلسلہ جاری رہا جس کے نتیجہ میں جماعتوں کا ہیڈکوارٹر کے ساتھ رابطہ اور تعلق بڑھ رہا ہے۔ الحمدللہ علی ذلک

لوکل مشنریز کا ریفریشر کورس

امسال ملک بینن میں جامعہ غانا اور نائیجیریا سے فارغ التحصیل مشنریز کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق پہلی بار ایک ہفتہ کا ریفریشر کورس مورخہ 15 تا 22 نومبر 2013ء منعقد کرنے کی توفیق ملی جس میں کُل 11 لوکل مشنریز شامل ہوئے۔

امیر صاحب نے اس کورس کی نگرانی کی ذمہ داری مکرم ناصر احمد محمود طاہر مبلغ سلسلہ کو سونپی۔ محترم مرزا انوارالحق صاحب اور مکرم نصر احمد مبشر صاحب مبلغین سلسلہ نے مل کر اس ریفریشر کورس کو آرگنائز کیا۔ ریفریشر کورس کا سلیبس تیار کرنے کے بعد روزانہ کا تدریسی شیڈول بھی تیار کیا گیا۔

تیار کردہ سلیبس اور شیڈول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزانہ باجماعت نماز تہجد اور پنجوقتہ نماز باجماعت کا التزام جاری رہا۔ نیز نماز فجر، مغرب وعشاء کی نمازوں کے بعد تربیتی درس اور لیکچرز بھی ہوتے تھے۔

صبح 9:30 بجے اسمبلی ہوتی اور تلاوت کلام پاک وترجمہ سے آغاز ہوتا۔

تدریسی پروگرام میں قرآن کریم، احادیث کی تدریس محترم نصر احمد مبشر مبلغ سلسلہ نے کی جن میں منتخب آیات ومنتخب احادیث فرنچ ترجمہ کے ساتھ یاد کروائی گئیں۔ اور ساتھ ساتھ حفظِ قرآن کے لئے قرآن کریم کے مختلف حصے بھی یاد کروائے گئے۔

موازنہ مذاہب اور تاریخ اسلام وسیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس مکرم انوارالحق صاحب نے کی جس میں اسلام سے یہود وعیسائیت کی تعلیمات کا تقابلی جائزہ، بنیادی مسائل کے حوالہ جات کے ساتھ قرآن وسنت اور حدیث کا مقام نیز اقسامِ حدیث پڑھائے گئے۔

علم کلام کی تدریس مکرم ناصر احمد محمود صاحب نے کی جس میں انہیں بنیادی مسائل کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر، آپؑ کی تحریرات اور الہامات پر معترضین کے جوابات سکھائے گئے۔

مزید برآں مختلف لیکچرز کے انتظام بھی کئے گئے۔ محترم امیر صاحب نے نظام خلافت اور جماعت کا انٹرنیشنل اور نیشنل سطح پر نظام سے متعلق بڑی تفصیل سے سمجھایا اور جماعتی اداروں کا تعارف کرایا۔

ہیومینٹی فرسٹ اور انتظامی ڈھانچہ کا تعارف چیئرمین صاحب ہیومینٹی فرسٹ بینن نے کرایا۔

نظامِ وصیت اور اسلام میں اختلافات کے آغاز اور نظامِ وقفِ نو کے موضوعات پر لیکچرز ہوئے۔

لوکل مشنریز کے ریفریشر کورس کے اختتام پر ان کا امتحان بھی لیا گیا اور مرکز بینن اور طلباء کو نتائج سے آگاہ کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو پوری طرح سمجھنے، ماننے اور اس پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق دے تا دین احمد کی بلند اقبال فتوحات میں ہمارا بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی قیادت سعید میں صفِ اوّل کے مومنین میں شمار ہو جن پر خدا کے پیار کی نظریں پڑتی رہیں۔ آمین ثم آمین

بقیہ: خطباتِ نکاح ازصفحہ 2

ہے اور جو صحیح ذمہ داریاں نہیں نبھا رہا وہ دوسروں کے لئے ٹھوکر کا بھی باعث بنتا ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی ہر واقف زندگی کو خاص طور پر اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ ہم نے اپنے وقف کے حق ادا کرنے ہیں۔

اللہ کرے کہ یہ بچہ اس کا حق ادا کرنے والا ہو اور ہر واقف زندگی یہ حق ادا کرنے والا ہو۔ اور یہ دونوں رشتے ہر لحاظ سے بابرکت ہوں اور ان کی نسلوں میں بھی نیک اور صالح اور خادم دین پیدا ہوتے رہیں۔ اب ان چند الفاظ کے ساتھ میں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دونوں نکاحوں کے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا۔ رشتوں کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی اور پھر فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارک باد دی۔

❁❁❁❁

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے **30 مارچ 2012ء** بروز جمعۃ المبارک مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت میں ایک نکاح کا اعلان کروں گا جو ہمارے جامعہ احمدیہ یوکے کے طالب علم، بلکہ اب تو مربی بن گئے ہیں ان کا ہے جو پہلی کلاس نکل رہی ہے اس میں ہیں۔

حضور انور نے فرمایا:۔ ہم جسے مربی یا مبلغ کہتے ہیں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ تبلیغ کا کام بھی ایک واقف زندگی مربی کا ہے جو جامعہ میں تعلیم حاصل کر کے نکلتا ہے، میدان عمل میں بھیجا جاتا ہے اور تربیت بھی اسی کا کام ہے۔ اس لحاظ سے بہت اہم ذمہ واری ہے ایک واقف زندگی مربی اور مبلغ کی کہ میدان عمل میں وہ ان تعلیمات کو آگے پھیلاتا ہے جو قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ ان باتوں کو آگے پھیلاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں اور ہم تک پہنچیں۔ ایسی روایات جو باقاعدہ ہیں، جن کی کوئی حیثیت ہے، جن کا کوئی مقام ہے کیونکہ بعض روایات ایسی ہیں جو غلط طریقہ سے بھی پہنچتی ہیں۔ پھر اس سنت پر عمل کرنے کی طرف تلقین کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ پھر اس زمانہ میں زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں کو آگے پہنچانا اور آپ کی نصائح کو آگے پہنچانا، قرآن اور حدیث کی تعلیم کی وہ تشریح اور وضاحتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہیں ان کو آگے پہنچانا۔ تو یہ ایک مربی کا بہت بڑا کام ہوتا ہے جو اس نے کرنا ہے۔ جو اس کی ذمہ واری ہے۔ غیروں کو بھی صحیح اسلامی تعلیم پہنچانا اور اپنوں میں بھی صحیح اسلامی تعلیم کو تربیت کے ذریعہ سے رائج کرنا۔

پس جب مربی کے ذمہ یہ کام ہیں تو اس کو ہمیشہ یہ خیال رہنا چاہئے کہ جہاں تک تبلیغ کا سوال ہے جب وہ اسلام کی تعلیم پھیلائے، تبلیغ کرے، بڑے بڑے جو مسائل ہیں ان کے علاوہ بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں، جو دوسروں کو پسند آجاتی ہیں تو ان پر خود عمل کرنے والا بھی ہو۔ اسی طرح تربیت کرتے ہوئے جو باتیں جماعت کے افراد کو کہے، جو نصیحت کرے ان پہ خود عمل کرنا والا بھی ہو۔ اور جماعت کے اندر جو بہت سارے مسائل ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ جواب عموماً زیادہ پیدا ہونے لگ گیا ہے، میاں بیوی کے تعلقات کا ہے۔ وہ معاشرتی تعلقات جو میاں اور بیوی دونوں طرف سے، لڑکے اور لڑکی دونوں طرف سے خاندانوں کے ساتھ بھی وابستہ ہیں اور پھر آپس کے جو رہن سہن ہیں، آپس کی گھریلو زندگی ہے اس سے بھی وابستہ ہیں۔ پس اس لحاظ سے مربی کو ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ میں نے حتی الوسع ایک تو اس تعلیم سے دُور نہیں ہٹنا جو قرآن اور حدیث اور سنّت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ دوسرے اس دائرہ کے اندر رہتے ہوئے بیوی کے جو حقوق ہیں وہ مَیں نے ادا کرنے ہیں۔ اور اسی **طرح جو لڑکی واقف زندگی سے شادی کرنا چاہتی ہے یا لڑکی کے جو والدین اپنی بیٹی کو واقف زندگی سے بیاہنا چاہتے ہیں ان دونوں کو یہ خیال رہنا چاہئے، لڑکی کو یہ کہ میں واقف زندگی کے ساتھ شادی کر رہی ہوں تو مَیں نے جہاں بھی اور جس طرح بھی ایک مبلغ یا مربی رکھا جائے، بھیجا جائے، جن حالات میں بھی رکھا جائے وہاں اگر ساتھ بھیجا جائے تو اس کے ساتھ گزارا کرنا ہے اور اگر ساتھ نہیں بھیجا جاتا تو پھر جتنا عرصہ بھی علیحدہ رہنا ہے میں نے خاموشی اور صبر سے یہ دن گزارنے ہیں اور کسی قسم کا شکوہ نہیں کرنا۔ کوئی مطالبہ مربی سے نہیں ہوگا۔ اسی طرح لڑکی کے والدین جو ہیں ان کو بھی ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ واقف زندگی سے بیاہنے کے بعد غیر ضروری مطالبات نہیں ہونے چاہئیں۔** کیونکہ عموماً جہاں جھگڑے اٹھتے ہیں والدین بھی اس میں Involve ہو جاتے ہیں۔ پس دونوں طرفوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہم نے اس رشتہ کو اس طرح نبھانا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور تقویٰ سے کام لیتے ہوئے، ایک دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھنا ہے، ایک دوسرے کی ضروریات کا بھی خیال رکھنا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ رشتہ جو آج قائم ہو رہا ہے ہر لحاظ سے بابرکت ہو اور اتنے پیار اور محبت اور خلوص سے یہ رشتہ قائم رہے کہ مربی سلسلہ کو یکسوئی سے کام کرنے کا موقعہ ملتا رہے۔ اور آئندہ نسلیں بھی اس نیک تربیت کی وجہ سے جو ایک مربی کے گھر کے ماحول میں ہونی چاہئے نیک اور صالح پیدا ہوں۔ آمین

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ ان چند الفاظ کے بعد میں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔ بچی کا نام ہے عزیزہ ہما حفیظ بنت مکرم عبدالحفیظ صاحب جرمنی اور لڑکے کا نام ہے عزیزم محمد بشارت ابن مکرم انور حسین صاحب بیلجیم۔ یہ نکاح ساڑھے تین ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

اس کے بعد حضور انور نے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا۔ رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

❁❁❁❁